www.urduchannel.in

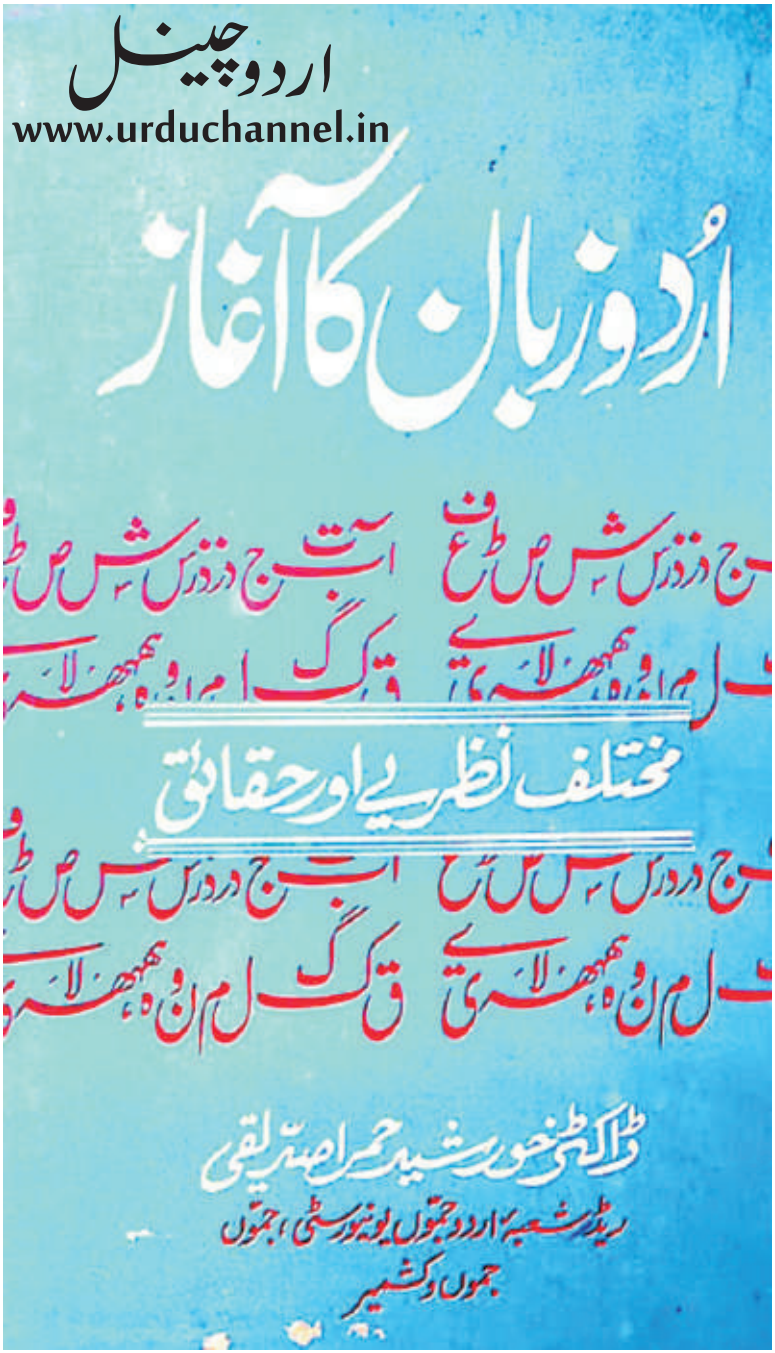

www.urduchannel.in

اُردو زبان
کا
آغاز
مختلف نظریے اور حقائق

از

ڈاکٹر خورشید احمد صدیقی
ریڈر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی، جموں
(جموں وکشمیر)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

سالِ اشاعت : ۱۹۹۳ء
تعداد : پانچ سو
کتابت : جمال گیاوی
طباعت : جے، کے، آفسیٹ پریس، دھلی
سرورق : جمال گیاوی
:
قیمت : ۲۲۵ روپے
ناشر و مصنف : ۔ ڈاکٹر خورشید قمر

شجیع پبلی کیشنز

معرفت :۔ ایس۔ ایس منہاس
منہاس الیکٹرو اسٹیٹ،
باہو قلعہ روڈ، نزد وکرم چوک،
جموں (جموں و کشمیر) ۱۸۰۰۰۴۔

Shaji Publications
C/O Manhas Electrostat,
Babu Fort Road, Near Vikram Chowk
Jammu (J&K) 180004

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اِنتساب

والدِ محترم جناب طلعت حسین صدّیقی

کے نام

جنھیں اُردو سے بے پناہ عشق ہے اور جنھوں نے زمانے کی
مخالفتوں کے باوجود مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنے پیروں
پر کھڑی ہو سکوں اور اپنے ذہن سے سوچ سکوں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

فہرست

IHSAN UL HAQ (Bs urdu)

ابتدائیہ ——— ۹

(الف) اردو کی جائے پیدائش، مدھیہ دیش ۱۷

(ب) اردو کے آغاز کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ ۳۵

۱- پروفیسر مسعود حسین خاں کا نظریہ ۴۱

۲- پروفیسر محمود شیرانی کا نظریہ ۹۳

۳- ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا نظریہ ۱۱۷

۴- ڈاکٹر شوکت سبزواری کا نظریہ ۱۳۵

۵- ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کا نظریہ ۱۴۷

۶- مولانا محمد حسین آزاد کا نظریہ ۱۵۷

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۷۔ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی کا نظریہ ۱۶۵

۸۔ مولانا سید سلیمان ندوی کا نظریہ ۱۷۳

۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا نظریہ ۱۷۹

۱۰۔ مختلف نظریے : ۲۰۷

ڈاکٹر سہیل بخاری ، میر امن ، مولوی عبدالحق ، ڈاکٹر بارنلے ، ڈاکٹر گریرسن

(ج) اختتامیہ ۲۱۹

(د) تتمہ ۲۲۱

کتابیات ۲۳۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اِبتدائیہ

اُردو زبان کے آغاز کے متعلق بہت سے نظریے پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک اُردو کے آغاز کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا بلکہ یہ اس قدر الجھ گیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقدۂ لاینحل ہے جس کا حل ممکن نہیں۔

زیرِ نظر تصنیف میں ہم نے اُردو زبان کے آغاز کے مسئلے کا ایک ایسا حل پیش کرنے کی کوشش ہے جو سب کے لیے قابلِ قبول ہو۔ ہم نے کثرت کے درمیان وحدت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو مختلف نظریوں کے تضادات کو ختم کر دے۔ ہم نے اُن غلط فہمیوں کو بھی دُور کرنے کی کوشش کی ہے جو اس سلسلے میں پیدا ہو گئی ہیں اور ان تضادات کو بھی ختم کرنا چاہا ہے جو مختلف ماہرینِ لسانیات کے یہاں موجود ہیں۔ کچھ نظریوں کو مدلل بیانات کے ذریعے رد کر دیا ہے، باقی تمام نظریے ہمارے اس نظریے میں گھل مل کر ایک ہو گئے ہیں، اس طرح یہ نظریہ سب نظریوں میں شامل بھی ہے اور سب سے جدا بھی۔ ہمارے اس نظریے کی تائید ایسے زیادہ تر ماہرینِ لسانیات کے بیانات سے ہوتی ہے جنھوں نے اردو کے آغاز کا کوئی نظریہ پیش کیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اُردو لسانیات کے آسمان پر چھائے ہوئے تضادات اور غلط فہمیوں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے بادل چھٹ جائیں اور اُردو کے آغاز کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے جگمگانے لگے اور اُردو دنیا کو روشن و منور کرنے لگے تاکہ شک و شبہے کی تاریکیاں خود بخود ختم ہو جائیں اور ان کی کوئی گنجایش باقی نہ رہے۔ اس سلسلے میں ان تمام نظریوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو اُردو کے آغاز کے سلسلے میں پیش کیے گئے ہیں۔

ہند آریائی زبان کے سلسلے میں 'مدھیہ دیش' کا ذکر بار بار آیا ہے اس کی حد بندی شمال میں ہمالیہ جنوب میں وندھیاچل مغرب میں سرسند (پنجاب) سے لے کر مشرق میں الہ آباد اور روہیلکھنڈ (یو۔پی) تک کی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق اس کے مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سرسوتی نام کا دریا بہتا ہے جو انسانی آنکھ سے اوجھل ہے۔ سنسکرتی عہد کے جغرافیے میں جس علاقے کا نام بار بار آیا ہے اور جسے خاص آریوں کی جنم بھومی ہونے کا فخر حاصل ہے وہ یہی 'مدھیہ دیش' ہے۔ مدھیہ دیش کو قدیم زمانے سے آریائی ہند کا قلب سمجھا جاتا رہا ہے۔ گنگا جمنا کے درمیان کا دوآبہ مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب کے علاقے سب اس میں شامل ہیں۔ متھرا اور اس کے اردگرد کا علاقہ بھی اسی میں شامل ہے۔

ڈاکٹر چٹرجی، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں وغیرہ ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہندستان میں ہمیشہ مدھیہ دیش (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کی ہی کسی نہ کسی زبان کا راج رہا۔ عہدِ قدیم میں ویدک زبان اسی علاقے میں پورے طور سے نکھری۔ کلاسیکل سنسکرت کی نشو و نما بھی مدھیہ دیش یعنی مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب میں ہوئی عہدِ وسطیٰ میں مغربی یوپی کی شورسینی پراکرت (جس کا مرکز متھرا تھا) نے ہندوستان کی ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت اختیار کی۔ شورسینی پراکرت کے بعد شورسینی اپ بھرنش کا دور آیا اس عہد میں بھی اسی علاقے کی اپ بھرنش کو عروج حاصل رہا۔ دوآبے کی شورسینی اپ بھرنش سارے شمالی ہندوستان کی لنگوا فرینکا کی حیثیت رکھتی تھی جو گجرات و مغربی پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی۔ ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی اور اس نے ادبی شکل اختیار کر لی تھی، اسی کی بول چال کی شکل کو گریرسن اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چٹرجی وغیرہ نے 'مغربی ہندی' کا نام دیا ہے۔ 'مغربی ہندی' مدھیہ دیش، یعنی مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب کی خاص زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پورے شمالی ہندوستان کی لنگوا فرینکا تھی اور ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی تھی اور اسی میں سے جدید زبانوں کے بیج پھوٹنے شروع ہو گئے تھے۔ 'مغربی ہندی' سے جدید زبانوں کے بیج پھوٹنے کا عرصہ ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اتنا عرصہ کسی نئی زبان کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے لیے کافی نہیں البتہ اتنے عرصہ میں نئی زبان کے خدوخال ضرور نمایاں ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہی زبان (جس میں سے نئی زبانیں پھوٹ رہی تھیں) مسلمانوں کی فتح دہلی کے وقت ان لوگوں کے ہمراہ دہلی پہنچی۔ چونکہ ان زبانوں کی واضح شکلیں متعین نہیں ہو پائی تھیں، جو دہلی جا کر ہوئیں اسی سے بعض ماہرین لسانیات کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ اردو دہلی میں بنی۔ حالانکہ اس کی پیدائش اس وقت سے تصور کی جائے گی، جب سے اس کے ابتدائی خدوخال نمایاں ہونے شروع ہوئے۔ یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اردو کے آغاز کے سلسلے میں فتح دہلی کو بہت زیادہ اہمیت دے دی گئی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر پایۂ تخت کا انتقال نہ بھی ہوتا تو بھی یہ زبانیں اپنی شکلیں متعین کرتیں۔ لیکن ترقی کی رفتار سست ہوتی۔ یہاں اس بات کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دہلی کو پایۂ تخت بنانے اور وہاں سے دکن وغیرہ ہجرت کرنے سے اردو کو ترقی کے مواقع میسر آئے اور وہ بہت جلد اس قابل بن گئی کہ ادب کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کا دل بہلا سکے۔ ایک اور بات کا ذکر بھی ناگزیر ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے وقت خود دہلی میں بھی یہی زبان (شورسینی اپ بھرنش اور مغربی ہندی جس میں سے جدید زبانوں کے بیج پھوٹ رہے تھے) بولی جا رہی تھی۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ پرانی دہلی ہریانہ کے علاقے میں واقع تھی جو مدھیہ دیش کی حدود میں شامل تھا۔ جن کو آج نواح دہلی کی بولیاں کہا جاتا ہے وہ سب مغربی ہندی سے نکلی ہیں۔ مغربی ہندی سے نکلنے والی بولیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) برج بھاشا (۲) بندیلی (۳) قنوجی (۴) ہریانی اور (۵) کھڑی بولی۔ یہ پانچوں بولیاں چونکہ مغربی ہندی کی شاخیں ہیں اس لیے ان میں مشابہتوں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کا ہونا لازمی ہے۔ انھیں مشابہتوں کے باعث اردو کے آغاز کے نظریوں میں اختلاف رونما ہوا۔

برج بھاشا اور اردو کی مشابہتوں کو دیکھ کر محمد حسین آزاد نے اردو کو برج بھاشا سے ماخوذ قرار دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اردو برج بھاشا سے نہیں نکلی بلکہ اردو کی قدیم شکل کھڑی بولی اور برج بھاشا دونوں مغربی ہندی سے نکلی ہیں۔ ان دونوں میں ماں بیٹی کا رشتہ نہیں ہے بلکہ بہن، بہن کا ہے۔ ان کی آپسی مشابہتوں کو دیکھ کر یہ کہنا کہ اردو برج بھاشا سے نکلی ہے، سراسر غلط ہے۔ یہی معاملہ اردو اور پنجابی کا ہے۔

'اردو اور پنجابی' کا ذکر ساتھ ساتھ آتے ہی ذہن فوراً پروفیسر شیرانی کے نظریے کی طرف جاتا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں پروفیسر شیرانی نے اپنی کتاب 'پنجاب میں اردو' میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے اردو اور پنجابی کی مشترکہ خصوصیات کو اجاگر کیا اور واضح الفاظ میں اس بات کی نشان دہی کی کہ اردو اور پنجابی دونوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے ان دونوں کی ابتدائی پرورش ایک ہی مقام پر ہوئی اور جب یہ سیانی ہوگئیں تو ان میں جدائی واقع ہوئی اس لیے ان کے نظریے کے متعلق یہ کہنا کہ اردو پنجابی سے نکلی ہے، سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اس غلط فہمی کو زیادہ رواج دیا۔ ڈاکٹر جین اور دوسرے ماہرین لسانیات نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی — پروفیسر شیرانی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اردو اور پنجابی دونوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے۔ اردو اور پنجابی چونکہ ایک ہی علاقے میں پیدا ہوئیں اور دونوں ہی شورسینی اپ بھرنش سے نکلی ہیں اس لیے دونوں میں مشترکہ خصوصیات کا پایا جانا لازمی ہے۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بقول ڈاکٹر شوکت سبزواری — 'مغربی ہندی' دانایانِ مغرب کی فرض کی ہوئی ایک زبان ہے جو آسانی کے لیے وضع کر لی گئی ہے۔ درحقیقت یہ شورسینی اپ بھرنش کی ہی بول چال کی شکل ہے جس کو آسانی کے لیے مغربی ہندی کہہ دیا گیا ہے اور ہمارے خیال میں اس بول چال کی زبان کو مغربی ہندی کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں — بہرحال اردو کی قدیم شکل کھڑی بولی (جو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مغربی بندی سے نکلی) اور پنجابی دونوں کا تعلق شورسینی اپ بھرنش سے ہے اس لیے یہ دونوں بہت سی مشترکہ خصوصیات کی حامل ہیں اور جن کا ذکر شیرانی نے تفصیل سے کیا ہے۔

ڈاکٹر زور بھی لسانی تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اُردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارھویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی کہ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس زبان پر مبنی نہیں ہے جو اس وقت دہلی کے اطراف اور دوآبۂ گنگ وجمن میں بولی جاتی تھی کیونکہ نئے ہند آریائی دَور کے آغاز کے وقت پنجاب کی اور دہلی کے نواح کی زبانوں میں بہت کم فرق تھا،

ڈاکٹر چٹرجی نے اُردو کی بنیاد پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی مغربی اپ بھرنش پر رکھی ہے۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اُردو کی اصل دوآبۂ گنگ وجمن میں بولی جانے والی اَپ بھرنش کو بتایا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اس بات کا اقرار بھی کیا ہے کہ اُردو مدھیہ دیش کی قدیم زبان کی آخری کڑی ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے اُردو اور پنجابی کے اختلافات کو اُجاگر کیا ہے نیز نواحِ دہلی کی بولیوں خاص طور پر ہریانی اور اردو کی مشابہتوں کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اُردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے اور نواحِ دہلی کی بولیاں اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں نیز حضرتِ دہلی اس کا صحیح مولد و منشا ۔ ۔ ۔ پروفیسر مسعود حسین خاں کے نظریے کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان کی پوری کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ مسعود صاحب نے اپنی تصنیف میں تحقیق کی جو سمت مقرر کی تھی اور تسیرے باب تک جس انداز سے بحث کر رہے تھے آخیر کے دو ابواب میں وہ انداز قائم نہ رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں بہت سے متضاد بیانات ملتے ہیں جن کا تفصیلی ذکر اُن کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کیا گیا ہے۔

اُردو کے آغاز کے نظریوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ حقیقت

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کہیں انھیں کے درمیان پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کی تلاش شروع کی اس تلاش کے دوران معلوم ہوا کہ ہر ایک نے جزوی حقیقت کو پیش کیا ہے۔ کسی نے صرف پنجاب کو اردو کا مولد قرار دیا اور کسی نے صرف دوآبہ گنگ و جمن جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اردو کی جائے پیدائش مدھیہ دیش ہے جس میں مشرقی پنجاب، دوآبہ گنگ و جمن اور مغربی یوپی شامل ہیں۔ ہماری اس رائے کی تصدیق بہت سے ماہرین لسانیات کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ ہماری اس تصنیف کا مقصد دریافت شدہ حقائق کی روشنی میں ایک ایسی حقیقت کی تلاش ہے جو سب کے لیے قابلِ قبول ہو اور جس کی تائید اُن ماہرین لسانیات کے خیالات سے بھی ہو جنھوں نے انتہائی جاں فشانی اور محنت سے حقائق کی تلاش کی ہے۔ ہم نے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی ہے کہ کوئی بات بھی قیاس پر مبنی نہ ہو اور ہر جگہ اس بات کو مدِنظر رکھا ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ مدلل ہو، یہی وجہ ہے کہ حوالے کثیر تعداد میں پیش کیے گئے ہیں جو کہیں کہیں طویل بھی ہو گئے ہیں، ممکن ہے بعض حضرات کو اس پر اعتراض ہو، لیکن حقائق کی نقاب کشائی کے لیے یہ انتہائی ضروری تھا کہ خود مصنف کے الفاظ قارئین تک پہنچائے جائیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس وادیِ پُرخار میں دامن بچا بچا کر گزرنے کی سعی میں کس حد تک کامیابی ملی ہے۔ اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ مجھے خوشی ہوگی، اگر اہلِ علم اور ماہرین لسانیات میری اُن خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کریں گے جو میری کم علمی اور بے بضاعتی کے سبب اس میں رہ گئی ہیں اور یہی میری محنت کا صلہ ہوگا۔

میں اپنے شعبے کے صدر محترم پروفیسر ڈاکٹر شیام لال کالرا (عابد پشاوری) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جنھوں نے میری مرضی کے خلاف مجھے اردو زبان کی تاریخ پڑھانے کو دی، جس کے سبب مجھے اردو زبان کے آغاز کے نظریوں کو بہ نظرِ غور پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا جس کے نتیجے میں یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اس کی کوتاہیوں اور خامیوں کی ذمہ داریں خود ہوں، کوئی دوسرا شاملِ حال نہیں۔ اپنے استادِ محترم ڈاکٹر منور الحسن نقوی کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے جن کی ہمیشہ یہ نصیحت رہی کہ تحقیقی کام کرو اور قابلِ صد احترام استاد پروفیسر ڈاکٹر عتیق احمد صدیقی کا شکریہ ادا کرنا بھی لازمی ہے جنھوں نے اس موضوع کی شمع میرے دل میں تقریباً سترہ سال پہلے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

(ایم اے کی طالب علمی کے دوران) روشن کی تھی۔ محترم و مکرم جناب پروفیسر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی بھی ممنون ہوں جنھوں نے انٹرویو کے دوران مسودے کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے دیکھا اور اس کی تعریف کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اپنی والدہ محترمہ اور اپنے شوہر ڈاکٹر عبدالعزیز خاں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

(ڈاکٹر) خورشید احمر صدیقی ———

جموں
۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

IHSAN UL HAQ (Bs urdu)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اُردُو والوں کے لیے کتاب کا شایع کرانا بھی اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ لکھنا ـــــــ میں نے یہ کتاب ۱۹۸۶ء میں لکھی تھی اور سیمانت پرکاشن والوں نے اس کو شایع کرنے کا ذمّہ بھی لے لیا تھا لیکن ۶ سال گزرنے اور بار بار یاد دہانی کرانے کے باوجود کتاب منظرِ عام پر نہ آسکی، چنانچہ مجبور ہو کر اب خود ہی قدم اُٹھا رہی ہوں۔

اس دوران پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب کی کتاب "مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو" کا ساتواں اڈیشن بھی منظرِ عام پر آیا جس میں انھوں نے اضافہ و ترمیمات کی ہیں بلکہ اس کا تیسرا باب از سرِ نو لکھا ہے اُردو کے ماخذ کے بارے میں تھوڑی سی نظر ثانی ترمیم بھی کی ہے اور امیر خسرو کی "نہ سپہر" میں دی ہوئی بارہ ہندوستانی زبانوں کی فہرست سے " زبانِ دہلی و پیرامنش" کو اُردو کا سرچشمہ ثابت کیا ہے۔ اور کھڑی بولی کے ساتھ ہریانوی کو بھی برابر کی حصّے دار قرار دیا ہے۔ کتاب کے تیسرے باب میں انھوں نے اردو کا سلسلہ کھڑی بولی کے توسط سے شورسینی اپ بھرنش سے ملایا ہے جو ۱۰۰۰ء کے قریب مدھیہ دیش کی سب سے مستند زبان تھی۔

مجھے خوشی ہے کہ مسعود صاحب کے نئے نظریے سے بھی میرے پیش کردہ نظریے (اُردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی) کی نہ صرف تائید ہوتی ہے بلکہ اس کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔

میں اپنے شعبے کے موجودہ صدر پروفیسر ڈاکٹر منظر اعظمی صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں خود ہی کتاب چھپوانے کی ہمت کروں، کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

میری بیس سال کی محنت اور غور و فکر کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے ؎
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

خورشید احمد صدّیقی
دسمبر ۱۹۹۲ء

۲۴، اے ٹیچرس کوارٹرس
نیو کیمپس جمّوں یونیورسٹی، جمّوں
(جمّوں و کشمیر)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

(الف)

اُردو کی
جائے پیدائش
مدھیہ دیش

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہند آریائی زبانوں کے ارتقا کے سلسلے میں مدھیہ دیش کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اس کی حد بندی شمال میں ہمالیہ جنوب میں وندھیاچل، مغرب میں سرہند (پنجاب) سے لے کر مشرق میں الٰہ آباد اور روہیلکھنڈ (یوپی) تک کی گئی ہے ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق اس کے مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سرسوتی نام کا مقدس دریا بہتا ہے جو انسانی آنکھ سے اوجھل ہے۔ آریوں کی ہندوستان میں آمد کے متعلق پروفیسر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:۔

"۱۸۸۰ء میں سب سے پہلے ہرنلے نے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہندوستان کی موجودہ زبانوں کی ساخت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ہندوستان میں آریہ دو مختلف گروہ ملک میں داخل ہوئے ہوں گے۔
. . . . . . ہرنلے اور گریرسن دونوں کے بیانات سے یکساں نتائج مرتب

لہ مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو۔ ص، ۵۰ تا ۵۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہوتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں آریوں کا ایک گروہ اندرونی بن جاتا ہے اور دوسرا ان کے تین طرف نیم دائرہ کی شکل میں بیرونی۔ اگر ہرنلے صحیح ہے تو نووارد آریہ اندرونی کہلائیں گے اور اگر گریرسن کی بات تسلیم کی جائے تو پرانے آریہ۔

مہابھارت میں ان آریوں کو جو دریائے سندھ کے کنارے پر بستے تھے ملیچھ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دوآبہ والے انھیں غیر آریہ سمجھتے تھے۔

اس کے بعد مدھیہ دیش (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کے آریوں کا عروج ہوتا ہے۔ وہ اپنے علاقے سے نکل کر برابر مختلف سمتوں میں پھیلتے رہے چنانچہ سنسکرتی عہد کے جغرافیہ میں جس علاقے کا نام بار بار آیا ہے اور جسے خالص آریوں کی جنم بھومی ہونے کا فخر حاصل ہے وہ یہی مدھیہ دیش ہے۔ اس کی حدبندی شمال میں ہمالیہ، جنوب میں وندھیاچل اور پنجاب میں سرہند سے لے کر الٰہ آباد تک مقرر کی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق اس کے مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سرسوتی نام کا مقدس دریا بہتا ہے۔ جو انسانی آنکھ سے اوجھل ہے . . ."

مدھیہ دیش کے متعلق گریرسن کے الفاظ دیکھیے:

"The Mid Land : It is reasonable to suppose that the central group of tibes should have expanded as time went on, and should have thrust out in each direction the tribes that surrounded them. The only alternative would have been extinction. In medieval Sanskrit geography, we find one tract of country continually referred to as the true pure, home of the Indo Aryan people The name given to it, Madhyadesha or "Mid Land", is notewrothy in this connection. It extended from the Himalaya on the north to the Vindhya

---

۱۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

Hill on the South, and from what is now Sirhind (Properly Sahrind) on the Est to the confluence of the Ganges and the Jamna on the East. According to legend, from end to end of this midland, there ran, unseen to men, the holy stream of the Sarasvati, on whose bank, in Vedic times, was the principal seat of these central tribes.

(Linguistic Survey of India Vol.I Part I)

چیٹرجی[1] کا کہنا ہے :——

" وسطی علاقہ ہندوستان کا مرکز تھا۔ ہندوستان کی برہمنی تہذیب کی عنان یہاں کے باشندوں کے ہاتھ میں ہی رہتی تھی۔ ہندو مت کی اعلیٰ اور مقدس سرزمین کی حیثیت سے وسطی علاقے کی شہرت و ناموری کو ہر جگہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ برہما ورت کرک شیتر کا علاقہ جو سرسوتی اور درشدوتی کے مقدس دریاؤں کے درمیان ہے اور برہما رشی دیس یا گنگا جمنا کے درمیان کا دوآبہ وسطی علاقے میں ہی واقع ہے۔ داستانوں اور تاریخ کی عظیم الشان سلطنتوں کے مرکز وسطی علاقے یا ان سے متصل آریہ ورت کے علاقوں میں ہی رہے ہیں۔ وسطی علاقے کے لوگ بھی اپنی شائستگی اور اپنی افضل و اعلیٰ تہذیب پر نازاں تھے۔ مثال کے طور پر منوسمرتی (پہلی اور تیسری صدی عیسوی کے عہد) کا ایک اشلوک ہے ——— اس سرزمین کی مخلوق اول یعنی برہمنوں سے تمام دنیا کے لوگوں کو زندگی کے طور طریقے سیکھ لینے چاہییں۔ کسی نامعلوم مصنف کا ایک اور سنسکرت دوہا رجوراج شیکھ (تقریباً ۹۰۰ء) کی

---

[1] ہند آریائی اور ہندی۔ مترجمہ عتیق احمد صدیقی۔ ص ۱۵۷ تا ۱۵۸۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کا ویمیماسا کے حوالہ سے درج ہے۔ جو وسطی علاقے کے قلب میں رہتا ہے وہ شاعر ہے۔ تمام زبانوں میں اسی کی حیثیت مسلّم ہے . . .''

ہند آریائی کے عہد قدیم کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر مسعود حسین خاں[1] رقم طراز ہیں :-

'' ۱۰۰۰ ق م تا ۶۰۰ ق م آریہ شمالی ہند صوبے پنجاب سے لے کر بنگال تک پھیل چکے تھے اور ان کی زبان کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ اس عہد کی گروہ بندی حسب ذیل طریقے پر کی جا سکتی ہے :-

۱۔ اودیچیہ : شمال مغربی ہندوستان کی زبان

(۲) مدھیہ دیشیہ : مدھیہ دیش (انبالہ سے الہ آباد) کی زبان

(۳) پراچیہ : مشرقی ہندوستان کی زبان۔

یہ آریہ سلطنتوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ اودیچیہ (شمال مغربی ہندوستان کی زبان) کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل تھی کہ وہ آریوں کی قدیم معیاری زبان سے قریب تر تھی۔ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں یہی زبان زیادہ صحیح اور کھری سمجھی جاتی تھی اور لوگ آریوں کی معیاری زبان کی سند اسی علاقے سے لیتے تھے پراچیہ زبان کا رواج آریوں کے ان قبائل میں تھا جو موجودہ اودھ، مشرقی یوپی اور مغربی بہار کے بعض حصّوں میں آباد تھے۔ یہاں کی زبان دیسی بولیوں کی لاگ سے آریائی لہجہ کسی حد تک کھو چکی تھی۔ مغربی ہندوستان کے آریہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اسوروں (بھوت پریت) کی نسل سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کی زبان کو '' براہمنہ '' میں اشدھ کہا گیا ہے۔ اس میں ر کی آواز ل میں تبدیل ہو جاتی تھی (موجودہ بہاری : راجہ=لاجہ ۔ کھیر = کھیل) . . . مدھیہ دیش کی زبان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ یہاں کی زبان نہ تو اس قدر معیاری سمجھی جاتی تھی کہ شمال مغربی ہندوستان کی زبان اور نہ اس قدر ذلیل اور پست جیسی کہ پراچیہ (پورب کی بولی) رفتہ رفتہ جوں جوں آریائی تہذیب کا

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو۔ ص ۲۸ تا ۲۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مرکز پنجاب سے ہٹ کر دوآبہ گنگ وجمن منتقل ہو گیا۔ مدھیہ دیش کی زبان کو ممتاز حیثیت دی جانے لگی ۔"

چیٹرجی لکھتے ہیں :-

"پہلے الف تم کے وسط تک برہمنی تعلیمات کے خاص اور اہم مرکز پنجاب اور مدھیہ دیش وسطی علاقے میں تھے۔ یہ بالائی گنگا دوآب اور جنوب مشرقی پنجاب کا علاقہ تھا۔ یہاں کی آریائی بولیاں اتنی بگڑی ہوئی نہیں تھیں جتنی مشرق کی ۔" [1]

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں :-

"کلاسکی سنسکرت کی نشوونما عملاً انھیں علاقوں میں ہوئی جن میں بعد میں ہندوستانی کا آغاز ہوا یعنی موجودہ دور کا مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش ۔" [2]

اور آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"ہندوستانی ایک سلسلہ کی آخری کڑی ہے اور یہ آریائی ہندوستان کی مشترک زبان کی تاریخ میں آخری شکل کی نمائندگی کرتی ہے اس لمبی تاریخ میں شمالی ہند کے مغربی میدانوں یعنی پنجاب اور مغربی اتر پردیش میں پیدا ہونے ، اور پھولنے پھلنے والی زبان یا بولی ہی کو مشترک زبان کی حیثیت حاصل رہی ہے ... سب سے پہلے سنسکرت یعنی کلاسکی سنسکرت ہے جو برہمن گرنتھوں کے آخری زمانے سے ادیچہ یا شمال مغربی علاقہ (یعنی پنجاب) اور مدھیہ دیش یا وسطی علاقہ (یعنی مغربی اتر پردیش) کے زیر اثر پروان چڑھی ۔" [3]

ڈاکٹر شوکت سبزواری بھی کچھ اسی طرح کی رائے رکھتے ہیں :-

"اردو مدھیہ دیش کی اس قدیم زبان کی آخری کڑی ہے۔ مدھیہ دیش کی اس زبان کو اُردو کا قدیم ترین روپ دھارنے سے پہلے تین ارتقائی دوروں

---

[1] ہند آریائی اور ہندی ، مترجمہ عتیق احمد صدیقی - ص ۱۵۳

[2] " " " " ص ۱۵۴

[3] " " " ص ۱۶۷

[4] ~~مقدمہ تاریخ زبان اردو - ص ۱۱۹~~ اردو لسانیات ، ص ۱۶

www.urduchannel.in

سے گزرنا پڑا۔ جن میں کا ہر دور کم و بیش ۵۰۰ سال کا ہے۔ پہلا دور ۱۵۰۰ ق۔م سے شروع ہو کر ولادت مسیح پر ختم ہوا۔ یہ پالی یا اوّلین پراکرت کا دور ہے۔ دوسرا دور ۵۰۰ مسیحی پر اختتام کو پہنچا اسے پراکرت دور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ مسیحی تک کا دور اپ بھرنش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"[1]

ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی رائے بھی ملاحظہ فرمایئے :-

"آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہندوستان میں جس علاقے کی زبان کا راج رہا وہ مدھیہ دیش (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کی کسی نہ کسی بولی پر مبنی تھی۔ عہد قدیم میں ویدک زبان اسی علاقے میں پورے طور سے نکھرتی ہے۔ رگ وید کے آخری اشلوک جمنا کی وادی میں تصنیف کیے گئے تھے۔ کلاسیکل سنسکرت کی بنیاد متھرا کے آس پاس کی کسی قدیم آریہ بولی پر رکھی گئی تھی۔ ....

.... عہد وسطی میں ایک مرتبہ پھر مغربی یوپی کی شورسینی پراکرت (جس کا مرکز متھرا تھا) ہندوستان کی ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ پڑھے لکھے سماج میں سنسکرت کے بعد اگر کسی زبان کا سکہ بیٹھا ہوا تھا تو وہ یہی پراکرت تھی جس کی جھلک سنسکرت کے ناٹکوں تک میں ملتی ہے۔"

شری اودھیا[2] شورسینی پراکرت کے متعلق لکھتے ہیں :

"شورسینی پراکرت شورسینا یا متھرا کے قرب و جوار کے علاقے کی زبان تھی سنسکرت ناٹکوں میں عورتوں اور مسخروں کی بات چیت میں اس کا استعمال اکثر کیا گیا ہے۔ 'رتناولی' ——— 'ابھگیان شاکنتل' اور 'مرچھ کٹک' وغیرہ ناٹکوں میں اسی کے نمونے موجود ہیں۔ اس بھاشا میں کوئی ناٹک نہیں لکھا گیا۔ دگمبری جینیوں کی بہت سی مذہبی کتابیں اسی شورسینی بھاشا میں ملتی ہیں۔"

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو۔ ص ۹۹ تا ۱۰۰۔

[2] رائے بہادر مہا مہو پادھیائے گوری شنکر ہیرا چند اوجھا، قرونِ وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب۔ مترجمہ منشی پریم چند۔ ص ۱۶۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر عبدالقادر سروری[1] رقمطراز ہیں :—

"مدھیہ دیش کی پراکرت سے مغربی ہندی اور اس کی مختلف شاخیں نشوونما پائیں۔

مدھیہ دیش کی پراکرت اور بعد میں اپ بھرنش کا علاقہ یوں تو متھرا اور اس کے آس پاس کے علاقوں تک محدود تھا لیکن یہ خطہ قدیم زمانے سے آریائی ہند کا قلب، سمجھا جاتا رہا ہے اس کے علمی کارناموں کا اثر اور نفوذ، دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ خود مشرقی پنجاب کے علاقے تک یہ پراکرت پھیلی ہوئی تھی۔"

شورسینی پراکرت کے بعد شورسینی اپ بھرنش کا دَور آتا ہے جس کا ذکر پروفیسر مسعود حسین[2] خاں نے ان الفاظ میں کیا ہے :

"عہد اپ بھرنش میں اسی علاقے کی اپ بھرنش کو عروج حاصل رہا جو پنجاب سے لے کر بنگال تک واحد ادبی زبان کے طور پر رائج تھی۔ ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوتے ہیں تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ سنسکرت اور پراکرت کے ساتھ ساتھ راجپوتوں کے درباروں میں اس نے بھی ایک خاص مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج اسی کے اندر سے پھوٹنا شروع ہو گئے تھے۔"

شورسینی اپ بھرنش کے بعد مغربی ہندی کا ذکر آتا ہے جو شورسینی اپ بھرنش کی سچی جانشین بتائی جاتی ہے۔ مغربی ہندی کے متعلق پروفیسر مسعود حسین[3] خاں لکھتے ہیں :—

---

[1] زبان اور علم زبان، ص ۲۱۱۔
[2] کتاب مذکورہ، ص ۱۰۱
[3] " " ص ۸۰ تا ۸۱

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔ یہ مغرب میں سرہند سے لے کر مشرق میں الہٰ آباد تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں وندھیاچل اور بندیل کھنڈ تک بولی جاتی ہے۔

مغربی ہندی کا یہ نام مدھیہ دیش کی زبان کو گرئرسن نے دیا ہے جس نے سب سے پہلے مشرقی اور مغربی ہندی میں فرق کیا ہے۔ مغربی ہندی مدھیہ دیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی بہترین نمائندہ ہے۔ کیونکہ اسی علاقے میں سنسکرت، شورسینی پراکرت اور شورسینی اپ بھرنش پروان چڑھی جن کی بچی جانشین اس علاقے کی جدید بولیاں (کھڑی بولی، ہندوستانی برج بھاشا، ہریانی وغیرہ) ہیں جن کے مجموعے کو گرئرسن مغربی ہندی کا جدید نام دیتا ہے۔

لسانیاتی اعتبار سے مغربی ہندی کا تعلق براہِ راست شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو اسی عہد کی بولیوں میں واحد اور ممتاز ادبی حیثیت کی مالک تھی۔

یہ اپ بھرنش راجپوتی عہد میں مسلمہ طور سے لاہور سے لے کر بنگال تک ادبی حیثیت سے رائج تھی۔"[1]

مغربی ہندی کی پانچ بولیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے[2]

۱۔ (او) کو ترجیح دینے والی بولیاں (۱) برج بھاشا (۲) بندیلی (۳) قنوجی

۲۔ (اَ) کی شکل رکھنے والی بولیاں (۱) ہریانی (۲) کھڑی بولی۔

اس سلسلے میں ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے:[3]

"... امر کے لگ بھگ اَپ بھرنش ہی کے اندر جدید آریائی زبانوں کے روپ جھلکنے لگے تھے۔ اس عہد میں شورسین دیس (متھرا کے ارد گرد کا علاقہ) کی اپ بھرنش (شورسینی اپ بھرنش) کو ادبی حیثیت سے بہت فروغ تھا۔

---

[1] مسعود حسین خاں، کتاب مذکورہ۔ ص ۸۳۔

[2] " " " " ص ۹۱۔

www.urduchannel.in

جس کا ڈنکا بنگال سے پنجاب تک بج رہا تھا۔ چنانچہ قدیم بنگالی ادب میں اس کی کافی جھلک ملتی ہے۔ اسی شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا۔ جو ۱۰۰۰ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔ جب کوئی زبان کسی وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے تو اس کی یکسانیت باقی نہیں رہتی اور وہ جزوی اختلافات کے ساتھ کئی بولیوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ مغربی ہندی بھی کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسی بولیوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔

(۱) بندیلی (۲) ہریانی یا بانگرو (۳) برج بھاشا (جس میں قنوجی بھی شامل ہے اور (۴) کھڑی بولی یا جسے گریرسن ہندوستانی کا جدید نام دیتا ہے۔

مغربی ہندی کی وہ بولی جو مغربی روہیلکھنڈ دوآبہ کے شمالی حصے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے۔ گریرسن اسے ہندوستانی کہہ کر پکارتا ہے۔

گریرسن ہندوستانی کی تین قسمیں بتاتا ہے :

(۱) ہندوستانی (۲) اردو (۳) ہندی۔

گریرسن[۱] کے الفاظ میں :

"Hindostani, Urdu and Hindi :- We may now define the three main varieties of Hindostani as follows: Hindostani is primarily the language of the Northern Doab and is also the lingua franca of India, capable of characters and, without purism,

---

۱

www.urduchannel.in

avoiding alike the excessive use of either Persian or Sanskrit words when employed for literature. The name 'Urdu' can than be confined to that special variety of 'Hindostani in which Persian words are of frequent occurence, and which therefore can only be written with ease in the Persian character, and, similarly 'Hindi can be confined to the form of 'Hindostani in which Sanskrit words abound, and which therefore is legible only when written in the Nagri character. These are the definitions which were proposed by the late Dr. Grouse, and they have the advantage of being intelligible, while at the same time they do not overlap. Hitherto, all these words have been very loosely employed."

(Linguistic Survey of India Vol.I Page 161)

Scanned by CamScanner

گریرسن کا تقسیمِ زبان کا نقشہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مسعود حسین خاں نے ڈاکٹر چٹرجی کے لسانی نقشے میں تھوڑی سی ترمیم کرنے کے بعد ہندوستان کی جدید زبانوں کی گروہ بندی حسب ذیل طریقے سے کی ہے:[1]

(الف) مدھیہ دیش کی زبانِ خاص
مغربی ہندی

(ب) درمیانی زبانیں
۱- مدھیہ دیش کی زبان سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبانیں - (۱) پنجابی (۲) راجستھانی (۳) گجراتی (۴) پہاڑی بولیاں -
۲- بیرونی زبانوں سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبانیں
(۱) پوربی ہندی -

(ج) شمال مغربی ہندوستان کی زبانیں
(۱) لہندا (مغربی پنجابی) (۲) سندھی

(د) مشرقی ہندوستان کی زبانیں
(۱) بہاری (۲) اُڑیا (۳) بنگالی (۴) آسامی

(ر) جنوبی ہندوستان کی آریائی زبانیں
(۱) مرہٹی

پروفیسر مسعود حسین خاں نے گریرسن سے اختلاف کرتے ہوئے چٹرجی سے اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:[2]

"گریرسن سے اختلاف کرتے ہوئے چٹرجی کی اس رائے سے متفق ہونا پڑتا ہے کہ اندرونی، بیرونی زبانوں کی یہ تقسیم لسانی اعتبار سے اتنی ہی مہمل ہے

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۶۵ -
[2] " " " " "

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جتنی کہ تاریخی استدلال سے . . "

لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ خود انھوں نے تقسیم زبان کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں پوری ہندی کو بیرونی زبانوں سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبان قرار دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اندرونی اور بیرونی زبانوں کی تقسیم مہمل ہے تو پھر پوربی ہندی کو بیرونی زبانوں سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبان کہنا کس حد تک درست ہے ؟ جبکہ ان کے نقشے سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ بیرونی زبانیں کون سی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چٹرجی کے تقسیم زبان کے نقشے کو ہی صحیح سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں[1] :-

" ہارنلے اور گریرسن دونوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ آریہ ہندوستان میں دو گروہوں میں آئے ایک گروہ بیچ میں بس گیا دوسرا اطراف میں۔ اس مفروضے کی بنا پر ان علمانے ہند آریائی زبانوں کو اندرونی اور بیرونی میں تقسیم کیا ڈاکٹر چٹرجی نے اندرونی اور بیرونی کے نظریے کو رد کر کے اس کی شافی تردید کی اسی کے ساتھ ہند آریائی زبانوں کی گروہ بندی تھی ہے گریرسن نے انھیں اندرونی، بیرونی اور مدھیہ دیشی میں تقسیم کیا۔ چٹرجی نے اس میں ترمیم کر کے پانچ گروہ قائم کیے جو زیادہ قابلِ قبول ہیں۔"

چٹرجی نے زبانوں کو پانچ نہیں بلکہ چھ گروہوں میں تقسیم کیا ہے :-

۱۔ شمال مغربی گروہ	۱۔ ہندکی یا لہندی یا مغربی پنجابی
	۲۔ سندھی
۲۔ جنوبی گروہ	مراٹھی مع کونکنی

---

[1] ذکر و فکر، ص ۵۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۳- مشرقی گروہ ——
- ا- اڑیہ
- ۲- بنگالی
- ۳- آسامی
- ۴- بہاری بولیاں یعنی میتھلی، مگہی اور بھوجپوری

۴- مشرقی وسطی گروہ ← مشرقی ہندی یعنی کوسالی یا اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی

۵- وسطی گروہ
- ۱- مغربی ہندی جس میں ہندوستانی (ہندی اور اردو) بانگرو برج بھاشا قنوجی اور بندیلی شامل ہیں۔
- ۲- پنجابی یا مشرقی پنجابی
- ۳- راجستھانی- گجراتی جس میں راجستھانی، گجراتی اور بھیلی بولیاں شامل ہیں۔

۶- شمالی یا پہاڑی گروہ
- ۱- مشرقی پہاڑی یا نیپالی
- ۲- وسطی پہاڑی مع گڑھوالی وکمایونی
- ۳- مغربی پہاڑی بولیاں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے :-

" وسطی ہند آریائی زبان کا عام نام مغربی ہندی ہے۔
مغربی ہندی گروہ ہندوستانی زبانوں کی تاریخ میں خاص اثر رکھتا ہے
کیونکہ یہ اُس پراکرت کی نسل ہے جو سنسکرت سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی۔
اس کے علاوہ اس حصۂ ملک میں رائج ہے جو "مدھیہ دیش" کہلاتا ہے اور ابتدا سے
ہندوستانی تہذیب وتمدن کا سرچشمہ رہا ہے ۔ ۔ ۔ " [۱]

○

" شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو ۱۰۰۰ء کے قریب
ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے ۔ ۔ ۔ " [۲]

جدید ایڈیشن سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

" اُردو کا سلسلہ کھڑی بولی کے توسط سے شورسینی اپ بھرنش سے ملتا ہے جو
۱۰۰۰ء کے قریب مدھیہ دیش انبالہ تا الٰہ آباد اور دہرہ دون تا اجین کا علاقہ)
کی سب سے مستند زبان تھی " [۵]

○

" اُردو مدھیہ دیش کی اسی قدیم زبان کی آخری کڑی ہے ۔ ۔ " [۳]

○

" اُردو ہندوستانی اپ بھرنش کے اُس روپ سے ماخوذ ہے جو
گیارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں "مدھیہ دیش" میں رائج تھا ۔ ۔ " [۴]

---

[۱] ڈاکٹر زور، ہندوستانی لسانیات، ص ۱، تا ۲) ۔

[۲] ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۹۱ ۔ [۵] جدید ایڈیشن ص ۸

[۳] ڈاکٹر شوکت سبزواری، اُردو لسانیات، ص ۱۶ ۔

[۴] ڈاکٹر شوکت سبزواری، داستانِ زبانِ اُردو، ص ۱۲۰ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مختلف ماہرین لسانیات کے بیانات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مغربی ہندی، مدھیہ دیش کی خاص زبان ہے۔ خود پروفیسر مسعود حسین خاں نے تقسیم زبان کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں مغربی ہندی کو مدھیہ دیش کی خاص زبان قرار دیا ہے (اگرچہ کتاب کے آخر میں ان کا انداز بدل گیا ہے جس پر تفصیلی روشنی آگے چل کر ڈالی جائے گی) اور جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ ہندوستانی مغربی ہندی کی پانچ بولیوں میں سے ایک ہے اور چونکہ اردو ہندوستانی کی شاخ ہے اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اردو مدھیہ دیش کی زبان ہے اور یہ مدھیہ دیش ہی میں پیدا ہوئی۔ اور یہاں سے مسلم حکمرانوں کے ساتھ پہلے دہلی اور پھر دکن وغیرہ پہونچی جہاں اس نے ترقی کے مراحل طے کیے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مدھیہ دیش اس کا صحیح مولد و منشا ہے اور مغربی ہندی اس کا اصل منبع اور سرچشمہ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اُردو کے آغاز کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اُردو زبان کے آغاز سے متعلق بہت سے نظریے پیش کیے گئے ہیں — ان نظریات کے متعلق ڈاکٹر شوکت سبزواری[1] فرماتے ہیں :—

"اردو کے آغاز کے سلسلے میں آج تک جو نظریے اہلِ علم نے پیش کیے ہیں ان میں سنجیدہ اور غیر سنجیدہ سبھی قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک نظریہ جسے میں غیر سنجیدہ سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اُردو کھچڑی ہے ——— چڑیاں لائی چاول کا دانہ۔ چڑا لایا مونگ کا دانہ۔ دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی۔ عربی فارسی الفاظ مسلمان اپنے ساتھ لائے۔ ہندوؤں نے ہندی افعال و حروف فراہم کیے ہندو مسلمان کے میل ملاپ سے اُردو نے مغلوں کے زمانے میں یا اس سے کچھ پہلے جنم لیا۔ مسلمان اہلِ علم زیادہ تر اسی خیال کے ہیں۔"

---

[1] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۴۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اردو کے آغاز کے نظریوں پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند جین رقمطراز ہیں:

"اُردو کے مسئلے پر غور کرنے والوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ بزرگ ہیں جو لسانیات کا درک نہیں رکھتے۔ مثلاً میر امن محمد حسین آزاد، نصیر الدین ہاشمی، سلیمان ندوی اور محمود شیرانی ——— یہ حضرات جدید ہند آریائی زبانوں کے آغاز و ارتقا سے اس قدر نابلد ہیں کہ کھڑی بولی اُردو اور ہندی کے اشتراک و اختلاف کا احساس و عرفان نہیں رکھتے وہ اردو سے واقف ہیں اور بس رہے وہ اہلِ نظر ہیں جو تاریخی لسانیات پر نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر زور اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سہیل بخاری . . ."

مختلف ماہرین لسانیات نے اُردو زبان کے آغاز کے متعلق جو نظرے پیش کیے ہیں ان میں ہر ایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کی کوشش کی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اکثر ایک ہی ماہر لسانیات کی ایک ہی کتاب میں متضاد بیانات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ جب طالب علم اُردو کے آغاز کے متعلق مختلف نظریات پڑھتا ہے تو ان متضاد بیانات کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر اُردو کہاں پیدا ہوئی؟ کب پیدا ہوئی؟ اور کون سی زبان سے پیدا ہوئی؟ بہت سی غلط فہمیاں ایسی ہیں جو بار بار دہرائے جانے کے باعث لوگوں کے ذہنوں میں جم کر بیٹھ گئی ہیں اور نکلنے کا نام نہیں لیتیں ——— غرضیکہ غلط فہمیوں اور متضاد بیانات کے بادل اس قدر گھنے ہو گئے ہیں کہ حقیقت کا سورج ان میں چھپ کر رہ گیا ہے ہم نے کوشش کی ہے کہ یہ بادل چھٹ جائیں اور اُردو کے

---

[1] اُردو کے آغاز کے نظرے (مضمون) مشمولہ حقائق۔ ص، ۳۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

آغاز کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمکنے لگے تاکہ اُردو زبان کے آغاز سے دلچسپی رکھنے والے طالب علم کی حیثیت راہِ گم کردہ مُسافر کی سی نہ رہے بلکہ اس کی راہ متعین اور روشن و پرنور ہو جائے جس سے وہ حقیقت تک پہنچ سکے۔

ہم نے اپنی اس تصنیف میں جو دعویٰ کیا ہے کہ اُردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی اور مغربی ہندی سے پیدا ہوئی اور اس کی پیدائش کا زمانہ ۱۰۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک مقرر کیا جا سکتا ہے۔ تو ہمارے اس دعوے کی تصدیق تقریباً ان سبھی ماہرین لسانیات کے بیانات سے ہوتی ہے جنھوں نے اُردو کے آغاز و ارتقا کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اُردو کے آغاز کے متعلق مختلف ماہرین لسانیات کیا کہتے ہیں؛

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مسعود حسین خاں

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر حامد اللہ ندوی نے لکھا ہے[1]:

"مسعود حسین اردو دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ زور کے بعد وہ پہلے ادیب ہیں جنھوں نے اردو زبان اور اس کے مسائل کو مستقل طور پر لسانیاتی نقطۂ نظر سے جانچنا شروع کیا .....
..... بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے . . ."

'مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو کے متعلق ڈاکٹر محی الدین قادری زور[2] رقمطراز ہیں[3]: ——

---

[1] لکھنؤ کی لسانی خدمات، ص ۱۳۶

[2] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات۔ مرتبہ ڈاکٹر فضل الحق ۱۹۸۱ء، ص ۵۱

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"اس کو ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے علی گڑھ یونیورسٹی کی پی ایچ ڈی کے مقالے کے طور پر مرتب کیا تھا۔ یہ مقالہ بھی کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالے میں اگرچہ زیادہ تر پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن جیولز بلاک ... مضمون کو بنیاد قرار دے کر پوری کتاب میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ پنجابی سے توجہ ہٹا کر ہریانی کو آگے بڑھایا جائے ..."

پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنی کتاب مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو میں اُردو کے آغاز کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں ہریانی پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ لکھتے ہیں[1]:

"قدیم دکنی زبان کے مطالعے کے سلسلے میں اب تک ہریانی کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہی زبان ہے جو قطع نظر شہر دہلی ضلع دہلی میں آج بھی بولی جاتی ہے۔ پروفیسر شیرانی اسے قدیم اُردو کی ایک شکل گردانتے ہیں۔ اردوئے قدیم سے متعلق لسانی تحقیق کے سلسلے میں جو اہمیت اس کو حاصل ہے اس کی طرف سب سے پہلے اشارہ پروفیسر ژول بلوک نے اپنے ایک مضمون 'ہند آریائی لسانیات کے بعض مسائل' میں کیا ہے —

پروفیسر موصوف لکھتے ہیں :—

"اس میں شک نہیں کہ پنجاب پہلا صوبہ ہے جو مسلمانوں کے زیر اقتدار آیا اور عرصہ تک رہا اسی لیے پنجابی اور اُردو کی مماثلت یاد رکھیے لیکن یہ اس قیاس کے مانع نہیں کہ ہندی لشکروں کے وہ لوگ جو پہلے پہل اپنی زبان کو دکن لے گئے پنجاب سے متعلق تھے بلکہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبے سے تعلق رکھتے تھے۔ مغربی روہیلکھنڈ کے متعلق میں تحقیق سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو۔ ص ۲۷۹ تا ۲۸۱۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ان اضلاع کی اُردو نما زبان شاید لعبد کے اثرات کی پیداوار ہے۔۔۔"
(بلیٹن اسکول آف اورئینل اسٹڈیز جلد ۵، ۱۹۲۸ - ۱۹۳۰ء)

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں :

" لہٰذا میرے خیال میں مشرقی پنجاب کے اضلاع کی زبان لشکریوں کے ذریعے دکن تک پہنچتی ہے جس نے مرورِ ایام سے شستہ ادبی زبان کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔۔۔"

(B.S.O.S ۱۹۲۸ - ۱۹۳۰ء، ص ۲۹، ۳۰۔)

بعد کو ژول بلوک کی تحریروں ہی سے متاثر ہو کر ہریانی کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر زور اپنی کتاب ' ہندوستانی لسانیات ' میں یوں رقمطراز ہیں :

" یہاں ایک اور بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اُردو پر بانگرو یا ہریانی زبان کا بھی قابلِ لحاظ اثر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زبان دہلی کے شمال مغرب میں انبالہ کے اطراف میں اس علاقہ میں بولی جاتی ہے جو پنجاب سے دہلی آتے ہوئے راستہ میں واقع ہے اور دہلی پر حملہ کرنے والوں یا وہاں کے حکمرانوں کے ہمراہ اسی علاقہ کے رہنے والے بہیرو بنگاہ کی حیثیت سے دہلی اور اس کے نواح میں آکر آباد ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آرہی تھی اس میں ہریانی بھی شامل ہو گئی ۔"

(ہندوستانی لسانیات ۱۹۳۲ء، حیدرآباد دکن، ص ۹۰)

ژول بلوک کے مذکورہ بالا اشارات سے لسانیاتی تحقیق کا ایک نیا باب کھل جاتا ہے۔"

پروفیسر جیولز بلاک کے مضمون کے بارے میں ڈاکٹر زور[1] رقمطراز ہیں :

---

[1] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اُردو لسانیات مرتبہ، ڈاکٹر فضل الحق ۱۹۸۱ء، ص ۵۰ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"پروفیسر جیولز بلاک نے دراصل اپنے ایک مضمون میں اس کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہندوستانی کے آغاز و ارتقا پر غور کرتے وقت دہلی کے اطراف و اکناف کی بولیوں کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور ان کا یہ مضمون اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن کے بلیٹن میں ۱۹۲۸ء میں اس وقت چھپا تھا جب کہ میرا مقالہ پی ایچ ڈی مکمل ہو چکا تھا۔ اگر یہ مضمون اس ترتیب کے دوران میں چھپتا تو میں اس کی تائید تو یقیناً نہیں شاید تردید ہی کرتا۔

پروفیسر جیولز بلاک خود بھی محمود شیرانی کی کتاب اور میری تحقیقات سے اس وقت تک ناواقف تھے اور جب میں ۱۹۲۹ء میں لندن سے پی ایچ ڈی کر لینے کے بعد ڈی لٹ کے لیے پیرس پہنچا اور پروفیسر جیولز بلاک کے ساتھ گجراتی فارم آف ہندوستانی پر مقالہ لکھنا شروع کیا تو وہ اس وقت ان مباحث اور نظریے سے پوری طرح واقف ہوئے چنانچہ جب پیرس ہی سے ہندوستانی فونیٹکس شائع ہوئی تو اس پر خود پروفیسر جیولز بلاک ہی نے مقدمہ تحریر فرمایا اور چونکہ وہ اس نظریے کو سمجھ چکے تھے اس لیے اپنے مقدمہ میں اس کی کوئی مخالفت بھی نہیں کی۔"

ڈاکٹر زور کے مذکورہ بالا بیان کے باوجود مندرجہ ذیل اقتباس ان کی کتاب ہندوستانی لسانیات میں موجود ہے[1]

"یہاں ایک اور بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اردو پر بانگرو یا ہریانی زبان کا بھی قابلِ لحاظ اثر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زبان دہلی کے شمال مغرب میں انبالہ کے اطراف میں اس علاقہ میں بولی جاتی ہے جو پنجاب سے دہلی آتے ہوئے راستے میں واقع ہے اور دہلی پر حملہ کرنے والوں یا وہاں کے حکمرانوں کے ہمراہ اسی علاقے کے رہنے والے بہیر و بنگاہ کی حیثیت سے دہلی اور اس کے نواح میں آکر آباد ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آرہی تھی اس میں ہریانی عنصر بھی شامل ہو گیا۔"

---

[1] ہندوستانی لسانیات، ص ۹۵، ۹۶۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مندرجہ بالا اقتباس پروفیسر مسعود حسین خاں نے ہریانی کی اہمیت پر زور دینے کے لیے بطور دلیل پیش کیا تھا اور جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ اب ذرا ڈاکٹر زور کے وہ خیالات بھی دیکھیے جو انھوں نے اپنے مضمون میں پیش کیے ہیں[1]:

"اس کتاب میں مسعود صاحب سے ایک اہم فروگزاشت یہ ہوئی ہے کہ انھوں نے موجودہ پنجابی اور موجودہ ہریانی کا مقابلہ قدیم دکنی سے کرکے نتائج اخذ کیے ہیں۔ حالانکہ دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشو ونما حاصل کیا اس وقت ہریانی اور کھڑی بولی تو کجا خود برج بھاشا بھی ایک جداگانہ زبان کی حیثیت سے عالم وجود میں نہیں آئی تھی . . ."

ان متضاد بیانات کی روشنی میں بے چارہ طالب علم کیا کرے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں[2]:

"قصہ مختصر یہ کہ ہریانی کو اردو کا ماخذ ثابت کرنے کی کوشش میں ڈاکٹر مسعود حسین کی پوری کتاب ایسے گنجلک اور مبہم و متضاد بیانات سے معمور ہو گئی کہ ان پر ایک سرسری تبصرے کے لیے بھی کافی وقت اور فرصت درکار ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب محنت اور تلاش و جستجو سے لکھی گئی ہے۔ اور مصنف نے لسانیاتی مسائل سے گہرے شغف کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن محض جیولز بلاک کی سند پر ایک پورا نظریہ قائم کرنے اور پنجاب میں آغاز اردو کے نظریے کو غلط ثابت کرنے کی سعی میں اپنی ساری قابلیت وقف کر دی ہے۔"

اسی مضمون سے دو چار سطریں اور ملاحظہ فرمائیں[3]:

---

[1] اردو کی ابتدا۔ مشمولہ اردو لسانیات۔ مرتبہ: فضل الحق، ۱۹۸۱ء، ص ۵۲

[2] ایضاً ص ۵۳

[3] ایضاً ص ۵۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اس بات کو صاف طور پر واضح کرنا پڑے گا کہ ہریانی زبان کی پیدائش اردو کی پیدائش کے بعد عمل میں آئی اور اگر قدیم دکنی اردو کی بعض خصوصیات ہریانی زبان سے ملتی جلتی ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اردو ہریانی سے بنی بلکہ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اردو اور ہریانی دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔"

آئیے اب ذرا دیکھیں کہ مسعود حسین خاں صاحب کی رائے ہریانی، برج اور کھڑی بولی کے متعلق کیا ہے۔ مختلف مقامات پر مختلف بیانات ملتے ہیں جن میں تضاد بھی ہے۔ کچھ اقتباسات دیکھیے:—

"پچھلے ابواب میں یہ بات تو مسلّم ہو گئی ہے کہ ہریانی اور کھڑی (نواح دہلی کی بولیاں) مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا نہیں۔۔۔"[1]

"یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی ہند میں برج بھاشا کھڑی بولی سے بہت پہلے ادبی شکل اختیار کر چکی تھی۔۔۔"[2]

"کھڑی بولی برج بھاشا کے ساتھ ساتھ شورسینی اپ بھرنش سے پیدا ہوئی بلکہ برج بھاشا سے کچھ قبل ہی وہ سلاطین دہلی کے ابتدائی عہد میں ایک خاص شکل اختیار کر لیتی ہے۔۔۔"[3]

"ہریانی زبان میں اورنگ زیب کے عہد تک کوئی ادب نہیں ملتا۔ اب رہی کھڑی بولی جس کی شکل ہم قدیم ہندی کے ادب میں پہچانتے آئے ہیں پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی

---

[1] مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۲۷۱

[2] ایضاً ص ۲۶۸

[3] ایضاً ص ۱۷۸ تا ۱۷۹

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہے لیکن یہ بھی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد ہوتا ہے"۔ [۴]

"مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل وہاں کی ادبی اور راج پاٹ کی زبان کی جو شکل تھی اس کی جھلک پچھلے صفحات میں دکھائی جا چکی ہے۔ ابھی تک اس علاقے کی نئی بولیوں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی) نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل (قدیم ہندی) یکساں طور پر ان بولیوں کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی جس پر راجستھانی کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ مسلمان جب فاتحین کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہوئے تو علاوہ مقامی بولیوں کے اسی ہمہ گیر ادبی زبان سے ان کا سابقہ پڑا۔۔"۔ [۵]

"مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل راجپوتی عہد میں زبان کا کینڈا کیا تھا اس کا بیان پچھلے باب میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے وہ تو برج بھاشا ہے نہ کھڑی بولی۔ بلکہ اس عہد کی قدیم اپ بھرنش کی روایات میں جکڑی ہوئی زبان ہے جس پر راجستھانی کا اثر نمایاں ہے۔ دراصل ہندوستان کی جدید بولیوں کی پیدائش صحیح معنوں میں ابھی تک نہیں ہوئی تھی"۔ [۶]

مذکورہ بالا اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں: —

۱۔ ہریانی اور کھڑی (نواحِ دہلی کی بولیاں) مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا نہیں۔

---

[۴] مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخِ زبانِ اُردو، ص ۱۳۵

[۵] ایضاً ص ۱۲۵ تا ۱۲۶

[۶] ایضاً ص ۱۳۴

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

(۲) شمالی ہند میں برج بھاشا کھڑی بولی سے بہت پہلے ادبی شکل اختیار کر چکی تھی۔

(۳) کھڑی بولی، برج بھاشا کے ساتھ ساتھ شورسینی اپ بھرنش سے پیدا ہوئی بلکہ برج بھاشا سے کچھ قبل ہی وہ سلاطینِ دہلی کے ابتدائی عہد میں ایک خاص شکل اختیار کر لیتی ہے۔

(۴) ہریانی زبان میں اورنگ زیب کے عہد تک کوئی ادب نہیں ملتا اور کھڑی بولی پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی ہے لیکن یہ بھی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد ہوتا ہے۔

(۵) مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل اس علاقے کی نئی بولیوں (برج بھاشا کھڑی بولی اور ہریانی) نے سر نہیں اٹھایا تھا بلکہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل (قدیم ہندی) یکساں طور پر ان بولیوں کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی جس پر راجستھانی کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ مسلمان جب فاتحین کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہوئے تو علاوہ مقامی بولیوں کے اسی ہمہ گیر ادبی زبان سے ان کا سابقہ پڑا۔

(۶) مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل راجپوتی عہد کی زبان نہ تو برج بھاشا ہے نہ کھڑی بولی بلکہ اس عہد کی قدیم اپ بھرنش کی روایات میں جکڑی ہوئی زبان ہے جس پر راجستھانی کا اثر نمایاں ہے۔ ہندوستان کی جدید بولیوں کی پیدائش صحیح معنوں میں اس وقت تک نہیں ہوئی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل ہندوستان کی جدید بولیوں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی) نے سر نہیں اٹھایا تھا (۵، ۶) تو پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ ہریانی اور کھڑی (نواح دہلی کی بولیاں) مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا نہیں (۱)

ظاہر ہے کہ ان دو متضاد باتوں میں سے ایک ہی صحیح ہو سکتی ہے اور وہ +

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یہ ہے کہ مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل ہندوستان کی جدید بولیوں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی) نے سر نہیں اٹھایا تھا بلکہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل (قدیم ہندی) یکساں طور پر ان بولیوں کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر شمالی ہند میں برج بھاشا کھڑی بولی سے بہت پہلے ادبی شکل اختیار کر چکی تھی (۳۳) تو پھر کھڑی بولی برج بھاشا کے بیانہ سانۃ شورسینی اپ بھرنش سے کیسے پیدا ہوئی۔ بلکہ برج بھاشا سے کچھ قبل ہی وہ سلاطین دہلی کے ابتدائی عہد میں ایک خاص شکل کیسے اختیار کر لیتی ہے، اور اگر سلاطینِ دہلی کے ابتدائی عہد میں ہی ایک خاص شکل اختیار کر لیتی ہے تو پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ کھڑی بولی پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی ہے اور وہ بھی مسلمانوں نے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہوجانے کے بعد (۳۴)

ظاہر ہے کہ یہاں بھی ان متضاد بیانات میں سے ایک ہی بیان درست ہو سکتا ہے۔ دوسرے ماہرینِ لسانیات کے بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ان بیانات میں سے آخری بیان درست ہے یعنی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہوجانے کے بعد کھڑی بولی پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی ہے۔

یہ طے ہوجانے کے بعد کہ نواحِ دہلی کی بولیاں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی) مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں۔ خود پروفیسر مسعود حسین خاں کے مندرجہ ذیل دونوں بیانات کی تردید ہوجاتی ہے۔ بلکہ یہ بیانات خود انھیں کے الفاظ میں کس قدر بے سروپا معلوم ہوتے ہیں: —

"پروفیسر شیرانی نے اپنی تصنیف "پنجاب میں اردو" میں بعض تاریخی فروضات کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کھڑی اور ہریانی پنجابی مسلمانوں کے داخلۂ دہلی کے بعد ظہور پذیر ہوئی ہیں۔۔"[1]

---

[1] مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو، ص ۲۲۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"محمود شیرانی اور ان کے تتبع میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور کھڑی بولی اور ہریانی کو فتح دہلی کے بعد کا ارتقا مانتے ہیں۔"[1]

مسلمان جب فاتحین کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہوئے تو اپ بھرنش کی ایک جدید شکل (قدیم ہندی) یکساں طور پر ان بولیوں (برج، کھڑی اور ہریانی) کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی جس پر راجستھانی کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ اسی ہمہ گیر ادبی زبان سے ان کا سابقہ پڑا۔

یہاں ایک بات اور قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ قدیم ہندی یا مغربی ہندی کی حدود مشرقی پنجاب سے لے کر الہ آباد تک بتائی گئی ہیں چنانچہ اس ہمہ گیر زبان سے مسلمانوں کا سابقہ مشرقی پنجاب میں ہی پڑ چکا تھا۔ خود مسعود حسین خاں کے بقول:[2]

"مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو دھیہ دیش کے ہیں یہ مغرب میں سرہند سے لے کر مشرق میں الہ آباد تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں وندھیاچل اور بندیل کھنڈ تک بولی جاتی ہے۔۔۔
..... لسانیاتی اعتبار سے مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو اس عہد کی بولیوں میں واحد اور ممتاز ادبی حیثیت کی مالک تھی۔۔۔۔ یہ اپ بھرنش راجپوتی عہد میں مسلمہ طور سے لاہور سے لے کر بنگال تک ادبی حیثیت سے رائج تھی۔۔؟

ایک اور اقتباس:[3]

---

[1] مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخ زبان اردو، ص ۳۰۶

[2] کتاب مذکور ص ۸۰ - ۸۱

[3] " " ص ۱۰۲۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"عہدِ اپ بھرنش میں اسی علاقے کی اپ بھرنش کو عروج حاصل رہا۔ جو پنجاب سے لے کر بنگال تک واحد ادبی زبان کے طور پر رائج تھی۔ ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوتے ہیں تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ سنسکرت اور پراکرت کے ساتھ ساتھ راجپوتوں کے درباروں میں اس نے بھی ایک خاص مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج اسی کے اندر سے پھوٹنا شروع ہو گئے تھے . . ."

یہاں شیرانی کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے :

"اگر آلِ غزنہ سے پیشتر مسلمانوں کو کسی ہندی زبان کے اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تو اس عہد میں جو خاصہ دراز ہے وہ پنجاب میں کوئی نہ کوئی زبان سرکاری، تجارتی و معاشرتی اغراض سے اختیار کر لیتے ہیں جن کو غوریوں کے عہد میں جب دارالسلطنت لاہور سے دہلی جاتا ہے اسلامی فوجیں اور دوسرے پیشہ ور اپنے ساتھ دہلی لے جاتے ہیں . . ."[1]

یہ کوئی نہ کوئی زبان 'مغربی ہندی' ہے جس میں سے جدید بولیوں کے بیج پھوٹنا شروع ہو گئے تھے۔

ایک اقتباس اب ذرا پروفیسر مسعود حسین خاں کی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں[2] :

"خسرو کی تقسیم زبان سے جس لسانیاتی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے یہ ہے کہ مسلمان پنجاب سے فارسی آمیز یا جدید پنجابی بولتے ہوئے دہلی میں داخل ہوتے ہیں۔ دہلی میں اور اس کے آس پاس ان کی ٹکر بھیڑ کئی بولیوں سے ہوتی

---

[1] حافظ محمود خاں شیرانی مرحوم، پنجاب میں اردو۔ ص ۲۱

[2] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۱۳۹ تا ۱۴۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہے۔ آس پاس کے علاقوں میں ایک طرف پرانی ہریانی اور دوسری طرف پرانی کھڑی بولی بولی جاتی تھیں۔ چونکہ کسی قدیم زمانے میں مشرقی پنجابی خود انھیں دونوں بولیوں کے زیرِ اثر پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے پنجابی بولنے والوں کو برج بھاشا کی نسبت کھڑی بولی اور ہریانی اپنے سے زیادہ قریب دکھائی دیں انھوں نے ان کی صوتیات اور صرف و نحو کو پنجابی سے ملتا جلتا پایا۔ اس طرح ان کی نظرِ انتخاب (غیر شعوری طور پر) برج کی بجائے انھیں بولیوں پر پڑی جنھیں وہ بہت جلد بولنا سیکھ گئے، جن کی ابتدائی شکل کو انھوں نے اپنے پنجابی لب و لہجے اور محاورے سے متاثر بھی کیا۔ اردو کی تہہ میں جو بنیادی بولی ہے اس کا تعلق تو نواحِ دہلی ہی سے ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ سلاطینِ دہلی کے عہد میں اس پر پنجاب کی زبان کا گہرا اثر رہا ہے۔"

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :-

(۱) مسلمان پنجاب سے فارسی آمیز یا جدید پنجابی بولتے ہوئے دہلی میں داخل ہوتے ہیں۔

(۲) دہلی میں اور اس کے آس پاس ان کی مڈبھیڑ کئی بولیوں سے ہوتی ہے آس پاس کے علاقوں میں ایک طرف پرانی ہریانی اور دوسری طرف پرانی کھڑی بولی بولی جاتی تھیں۔

(۳) کسی قدیم زمانے میں مشرقی پنجابی خود انھیں بولیوں کے زیرِ اثر پیدا ہوئی تھی۔

(۴) پنجابی بولنے والوں کو برج بھاشا کی نسبت کھڑی بولی اور ہریانی اپنے سے زیادہ قریب دکھائی دیں۔ انھوں نے ان کی صوتیات اور صرف و نحو کو پنجابی سے ملتا جلتا پایا۔ اس طرح ان کی نظرِ انتخاب (غیر شعوری طور پر) برج کی بجائے انھیں بولیوں پر پڑی جنھیں وہ بہت جلد بولنا سیکھ گئے اور جن کی ابتدائی شکل کو انھوں نے اپنے پنجابی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لب ولہجے اور محاورے سے بھی متاثر کیا۔

(۵) اُردو کی تہہ میں جو بنیادی بولی ہے اُس کا تعلق تو نواحِ دہلی ہی سے ہے۔

پہلی بات پر تو غور آگے چل کر کیا جائے گا۔ فی الحال اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ جب نواحِ دہلی کی بولیاں (برج، ہریانی اور کھڑی) مسلمانوں کے فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں تو پھر ان کی بدنبیٹرپُرانی ہریانی اور پرانی کھڑی بولی سے کیسے ہو گئی؟ تیسری بات یہ کہ جب ان بولیوں کا وجود ہی نہیں تھا تو مشرقی پنجابی انھیں بولیوں کے زیرِ اثر کس طرح پیدا ہوئی تھی؟ چوتھی بات یہ کہ جب برج بھاشا، ہریانی اور کھڑی بولی موجود ہی نہیں تھیں تو پنجابی بولنے والوں کو برج کے مقابلے میں کھڑی بولی اور ہریانی کہاں سے قریب دکھائی دے گئیں اور انھوں نے کس طرح ان کی صوتیات اور صرف و نحو کو پنجابی سے ملتا جلتا پایا۔ ؟ کس طرح ان کی نظرِ انتخاب (غیرِ شعوری طور پر) برج کی بجائے انھیں بولیوں پر پڑی جنھیں وہ بہت جلد بولنا سیکھ گئے؟

موجودہ پنجابی کے متعلق لکھتے ہیں[1]:

"موجودہ پنجابی سے متعلق ایک اہم غلط فہمی رفع ہو جائے اگر اس لسانی حقیقت کو نظر انداز نہ کیا جائے کہ یہ ایک طواں زبان ہے جو دو آبہ کی بولیوں کے زیرِ اثر بہت بعد کو ظہور پذیر ہوتی ہے اور جس کے مقابلے میں دہلی، متھرا اور ہریانہ علاقوں کی بولیاں زیادہ قدیم ہیں۔ یہ بڑی دلچسپ حقیقت ہے کہ قدیم اُردو کی جن خصوصیات کو پنجابی سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اُس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اب ہریانوی کی جدید شکل کہہ سکتے ہیں اور جو کسی زمانے میں راجپوتوں کے سیاسی اقتدار کے تحت شمالی ہند کی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی اور جس سے شمالی ہند کی تقریباً تمام بولیوں نے خوشہ چینی کی ہے۔ قدیم زمانے سے پنجاب کے کم از کم صوفی اور فقرا اس بولی سے نا آشنا نہیں تھے۔ وہ اپنے

---

[1] مقدمۂ تاریخِ زبانِ اُردو، ص ۱۴۶ تا ۱۴۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یہاں کی مقامی بولی اور اس عام فہم وسیع زبان کے اختلاف سے بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ کسے کس موقع پر استعمال کرنا چاہیے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے جو اہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) موجودہ پنجابی ایک ملواں زبان ہے جو دوآبہ کی بولیوں کے زیر اثر بہت بعد کو ظہور پذیر ہوئی ہے اور جس کے مقابلے میں دہلی، متھرا اور ہریانہ علاقہ کی بولیاں زیادہ قدیم ہیں۔

(۲) قدیم اردو کی جن خصوصیات کو پنجابی سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اپ بھرنش کی جدید شکل کہہ سکتے ہیں اور جو کسی زمانے میں راجپوتوں کے سیاسی اقتدار کے تحت شمالی ہند کی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی اور جس سے شمالی ہند کی تقریباً تمام بولیوں نے خوشہ چینی کی ہے۔

(۳) قدیم زمانے سے پنجاب کے صوفی اور فقراء اس بولی سے ناآشنا نہیں تھے وہ اپنے یہاں کی مقامی بولی اور اس عام فہم وسیع زبان کے اختلاف سے بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ کسے کس موقع پر استعمال کرنا چاہیے۔

اس سے پیشتر جو اقتباس پیش کیا گیا اس میں کہا گیا تھا کہ مسلمان پنجاب سے فارسی آمیز یا جدید پنجابی بولتے ہوئے دہلی میں داخل ہوتے ہیں اور مندرجہ بالا اقتباس میں کہا جا رہا ہے کہ موجودہ پنجابی ایک ملواں زبان ہے جو دوآبہ کی بولیوں کے زیر اثر بہت بعد کو ظہور پذیر ہوتی ہے اور جس کے مقابلے میں دہلی، متھرا اور ہریانہ علاقہ کی بولیاں زیادہ قدیم ہیں۔

دہلی، متھرا اور ہریانہ علاقہ کی بولیوں کے متعلق تو یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ مسلمانوں کے داخلۂ دہلی کے بعد ظہور میں آئیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر موجودہ پنجابی یا جدید

www.urduchannel.in

پنجابی دوآبہ کی بولیوں کے زیر اثر بہت بعد کو ظہور پذیر ہوتی ہے تو پھر مسلمان کس طرح جدید پنجابی بولتے ہوئے دہلی میں داخل ہوتے ہیں۔

دوسری بات البتہ غور طلب ہے اور وہ یہ کہ قدیم اردو کی جن خصوصیات کو پنجابی سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اپ بھرنش کی جدید شکل کہہ سکتے ہیں اور جو کسی زمانے میں راجپوتوں کے سیاسی اقتدار کے تحت شمالی ہندی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی اور جس سے شمالی ہندی کی تقریباً تمام بولیوں نے خوشہ چینی کی ہے۔

مسعود صاحب نے یہ بات پنجابی کے متعلق کہی ہے مگر یہی بات ہریانی کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ دراصل حقیقت یہی ہے کہ قدیم اردو کی جن خصوصیات کو پنجابی یا ہریانی یا دوسری جدید ہند آریائی زبانوں سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اپ بھرنش کی جدید شکل یا مغربی ہندی (یا قدیم ہندی) کہہ سکتے ہیں اور جو شمالی ہندی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی اور جس سے شمالی ہندی کی تقریباً تمام بولیوں نے خوشہ چینی کی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور جیسا کہ خود مسعود صاحب کی تحریر سے بہت سے اقتباسات پیش کیے جا چکے ہیں اور جن کو بار بار دہرانا مناسب نہیں معلوم ہوتا حقیقت یہ ہے کہ اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے عہد شباب پر پہنچ چکی تھی جو اپنے وقت کی ممتاز اور ادبی حیثیت کی مالک تھی اور جس کو مثلاً مغربی ہندی، جس سے جدید ہند آریائی زبانوں نے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ یہاں بھی پھر مسعود صاحب ہی کی تحریر سے چند سطریں پیش کرنا ضروری ہے ملاحظہ فرمایئے:

"ہندوستان کی جدید آریائی زبانوں کے طلوع کی تاریخ ۱۰۰۰ء مقرر کی گئی ہے ...... حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی فتوحات نے اس وقت ہر چیز کو تہ و بالا نہ کر دیا ہوتا تو شمالی ہند میں نئی آریائی زبانوں کا ظہور عرصے تک کے لیے ملتوی ہو جاتا ......"[1]

---

[1] کتاب مذکورہ۔ ص ۴۹ تا ۵۰

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۸۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک دوآبہ کی شورسینی اپ بھرنش ایک طرح سے سارے شمالی ہندوستان کی ادبی زبان بن گئی تھی ۔۔۔۔۔۔ شورسینی اپ بھرنش اس وقت شمالی ہند کی "لنگوا فرینکا" کی حیثیت رکھتی تھی جو گجرات و مغربی پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی اس کے ادب کی نشاندہی ۸۰۰ء سے ۱۳۰۰ء تک کی جا سکتی ہے ۔۔۔۔۔۔ مذہب اور ادبیات سے قطع نظر دوآبہ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں یہ گھریلو زبان کی حیثیت سے رائج تھی ۔۔۔"

جدید ہند آریائی زبانوں کی پیدائش کے سلسلے میں رقمطراز ہیں[ا] :-

"غرضیکہ ہندوستان کی جدید زبانوں کی پیدائش پراکرتوں سے نہیں بلکہ اپ بھرنشوں سے ہوتی ہے ۔ ان کا سلسلہ حسب ذیل اپ بھرنشوں سے ملایا جا سکتا ہے۔

(۱) شورسینی اپ بھرنش :—

(۱) کھڑی بولی یا ہندوستانی (موجودہ اردو ہندی)
(۲) راجستھانی
(۳) پنجابی (مشرقی)
(۴) گجراتی اور پہاڑی بولیاں ——"

یہاں مغربی ہندی کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے جبکہ یہ بات ۔ انھوں نے دوسرے مقامات پر اشارہ کی ہے کہ کھڑی بولی، ہریانی، برج، قنوجی اور بندیلی سب اسی سے نکلی ہیں۔ آخر وہ بے چاری کہاں غائب ہوگئی ہے جبکہ انھوں نے خود ص ۹۱ پر لکھا ہے :

[ا] ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ [illegible]

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو . . . . کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے . . . " [1]

یہاں پر یہ کہنا پڑے گا کہ مسعود صاحب متضاد باتیں لکھ گئے ہیں کیونکہ جدید ہند آریائی زبانوں کی پیدائش کے سلسلے میں لکھتے ہیں :-

"شورسینی پراکرت یا اپ بھرنش سے موجودہ پنجابی، راجستھانی اور مغربی ہندی کی بولیاں نکلی ہوں یہ سمجھ میں نہیں آتا . . . " [2]

چنانچہ ہم ان کی پہلی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ شورسینی اپ بھرنش سے نکلنے والی زبانیں یہ ہیں :

(۱) مغربی ہندی
(۲) راجستھانی
(۳) پنجابی (مشرقی)
(۴) گجراتی اور پہاڑی بولیاں

اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مغربی ہندی، راجستھانی اور پنجابی چونکہ ایک ہی زبان یعنی شورسینی اپ بھرنش سے نکلی ہیں اس لیے ان میں مشترکہ خصوصیات کا پایا جانا لازمی ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر پروفیسر شیرانی نے اردو اور پنجابی کی مشترکہ خصوصیات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے تو اس سے اس نظریے کی تردید ہرگز نہیں ہوتی بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو

---

[1] کتاب مذکورہ - ص ۹۱ -
[2] " " - ص ۳۵ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تائید ہی ہوتی نظر آئے گی۔ اس پر تفصیلی روشنی اس وقت ڈالی جائے گی جب شیرانی کے نظریے کا جائزہ لیا جائے گا۔

ہندوستانی (کھڑی بولی) کے بارے میں پروفیسر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:۔

"ہندوستانی (کھڑی بولی) کی قدامت کا مزید تاریخی ثبوت امیر خسرو (۱۲۵۳ء تا ۱۳۲۵ء) شیخ باجن (متوفی ۱۵۰۶ء) اور ابوالفضل کی تحریروں سے ملتا ہے۔ انھوں نے 'دہلوی زبان' کی علیحدہ حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ . . . . ابوالفضل کا زمانہ چونکہ فتح دہلی کے بہت بعد کا ہے اس لیے اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک پنجابی مسلمانوں کے زیر اثر نئی زبان (کھڑی) متشکل ہو چکی تھی لیکن خسرو اور باجن نے دہلی بسنے کا زمانہ دیکھا تھا اس لیے ان کی تقسیم زبان اہمیت رکھتی ہے۔ خسرو کا بیک وقت دہلوی اور لاہوری زبان کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان دونوں زبانوں میں امتیاز بھی کرتے تھے۔ یہاں پر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ انھوں نے صرف ان زبانوں کے نام گنائے ہیں جن کے درمیان موٹے موٹے طریقے پر تمیز کی جا سکتی ہے۔ برج بھاشا کا کہیں ذکر نہیں۔ خسرو کا زمانہ اولین سلاطین دہلی کا عہد ہے۔ اگر اردو پنجاب سے سفر کرتی ہوئی دہلی پہنچتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پون صدی کے اندر اندر اس میں اتنے حیرت انگیز انقلابات ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی اصل (یعنی لاہوری زبان) سے بالکل مختلف نظر آتی ہے ورنہ خسرو اس طرح دہلوی اور لاہوری زبانوں میں امتیاز نہ کرتے۔ . ." [1]

اس اقتباس سے متعلق کچھ کہنے سے پیشتر سید محی الدین قادری زور کا ایک اقتباس پیش کر دینا ضروری سمجھتی ہوں:

---

[1] کتاب مذکورہ، ص، ۱۳۷ تا ۱۳۹۔

www.urduchannel.in

"ڈاکٹر مسعود حسین مانتے ہیں کہ لاہور کی ترکی ہندی فضا میں خواجہ مسعود سعد سلمان پرورش پاتے ہیں جو ہندوی زبان کے بھی پُرگو شاعر تھے ... (ص ۱۲۸ - ۱۲۹) اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "خواجہ مسعود کسی ہندوی زبان میں بھی شاعری کرتے تھے اور شاید ان کا دیوان خسرو کے وقت تک دستیاب تھا۔" لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہندوی زبان کون سی تھی - اس لیے قیاس قائم کرتے ہیں کہ یہ زبان لاہوری ہوگی -

یہ ایک عجیب قیاس ہے جب ہم کو معلوم ہے کہ امیر خسرو ہر جگہ کی زبانوں کا فرق جانتے تھے اور اپنے عہد کے بڑے ہی ماہر اور محقق لسانیات تھے چنانچہ انھوں نے اپنے عہد کی ہندوستانی زبانوں کی فہرست بھی لکھ دی تھی جس کو مسعود صاحب نے بھی ص ۱۳۰ پر نقل کیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر مسعود سعد سلمان کی زبان لاہوری ہوتی تو امیر خسرو اس کو لاہوری ہی لکھتے اور اگر ان کی زبان اور مسعود کے دیوان کی زبان میں فرق ہوتا تو وہ ضرور یہ بھی واضح کرتے کہ میں نے دہلی میں شاعری کی اور مسعود نے لاہور میں - لیکن اس کے بجائے انھوں نے اپنی اور مسعود دونوں کی زبانوں کا نام ہندوی لکھا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی واضح کر دینی ضروری ہے کہ امیر خسرو نے اپنی زبانوں کی فہرست سے ہندوی کو الگ ہی رکھا اس لیے کہ یہ زبان بین صوبہ جاتی حیثیت اختیار کر چکی تھی - ان کے عہد میں یہ کوئی مقامی زبان نہیں رہی تھی اور انھوں نے جن زبانوں کے نام لکھے ہیں وہ صرف مقامی ہیں اور ان مقامی زبانوں کی فہرست میں برج بھاشا کو انھوں نے دہلوی اور پنجابی کو لاہوری لکھا ہے مسعود صاحب دہلوی ہی کو اردو سمجھتے ہیں اگر یہ صحیح ہوتا تو خسرو پر یہ الزام رہتا کہ انھوں نے برج بھاشا جیسی اہم زبان کا ذکر ہی نہیں کیا ..."[1]

---

[1] اردو کی ابتدا مشمولہ اردو لسانیات - مرتبہ : ڈاکٹر فضل الحق، ص ۵۲، ۵۳ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زور صاحب کی اس رائے سے تو اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ خسرو نے پنجابی کو لاہوری لکھا بلکہ مغربی پنجابی یا ہندکو کو لیکن برج بھاشا کے متعلق یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ جب برج بھاشا اوّلین سلاطینِ دہلی کے عہد میں موجود ہی نہیں تھی یا پھر بالکل اپنی ابتدائی شکل میں تھی تو اس کا ذکر کیا کرتے ؟ بلکہ اس کا ذکر نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس وقت تک برج کے خدوخال پورے طور پر واضح نہیں ہوئے تھے جیسا کہ پہلے بھی بار بار ذکر کیا جا چکا ہے ۔ خود مسعود صاحب کا کہنا ہے کہ برج ہریانی کھڑی وغیرہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں ۔ اسی لیے زور صاحب کی اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ برج بھاشا کو خسرو نے 'دہلوی' لکھا ۔ دراصل یہ دہلوی ہی ہندوی بھی ہے جس میں سعد سلمان اور خسرو نے شاعری کی ۔ خسرو نے 'ہندوی' کی بجائے دہلوی لکھنا زیادہ مناسب سمجھا کیونکہ وہ زبانوں کو مقامات کے نام پر رکھ رہے تھے اور خواجہ سعد سلمان کی شاعری کا ذکر کرتے وقت ہندی لکھا کیونکہ وہاں فارسی اور ترکی کے ساتھ لکھ رہے تھے ۔

حقیقت یہ ہے کہ دہلوی اور ہندوی ایک ہی زبان کے دو مختلف نام ہیں جس کو مغربی ہندی بھی کہا گیا ہے اور جو پورے مدھیہ دیش کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پورے شمالی ہند کی لنگوا فرینکا کی حیثیت رکھتی تھی ۔ ہمارے اس خیال کی تائید ڈاکٹر چیٹرجی[1] کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے مسعود ابنِ سعد کے متعلق لکھا ہے :

> " ان کے فارسی ، عربی اور ہندی دیوانوں کا ذکر امیر خسرو نے کیا ہے یہ ٹھیک طور پر معلوم نہیں کہ ان کی ' ہندی ' کس قسم کی بولی ہوگی ۔ لیکن غالب امکان یہ ہے کہ یہ برج بھاشا یا بعد کی ہندوستانی کے بجائے ۱۲ ویں صدی میں رائج عام ادبی اپ بھرنش ہوگی ۔ ۔ ۔ دیکھیے پروفیسر ایچ سی مرے کا مضمون ۔"

---

[1] سنیتی کمار چیٹرجی ، ہند آریائی اور ہندی مترجمہ ، عتیق احمد صدیقی ، ص ۱۶۸ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر ممتاز حسینؒ نے دیباچۂ غرۃ الکمال اور مثنوی نُہ سپہر کے اشعار کی روشنی میں بحث کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے :

"میرا خیال ہے کہ اب کسی بھی شخص کو اس بات میں شک و شبہ نہ ہوگا کہ خسرو کی مادری زبان ہندوی تھی اور جسے انھوں نے دہلوی کا نام دیا ہے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں ۲ :

"خسرو کے نزدیک ہندوی یا ہندی کا کوئی واضح مفہوم بجز اس کے نہ تھا کہ سرزمینِ ہند کی زبان عامۂ ہند کی زبان ۔۔"

کچھ اور اقتباسات ملاحظہ فرمائیے جن سے ہمارے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے کہ دہلوی اور ہندوی ایک ہی زبان کے دو مختلف نام ہیں۔ سید احتشام حسین کا کہنا ہے کہ ۳ :

"کھڑی بولی نے جو نیا رُوپ اختیار کیا تھا اسے شروع شروع زبانِ دہلوی ہندی یا ہندوی کہا گیا ہے ۔۔"

ڈاکٹر گیان چند کی بھی یہی رائے ہے ۴ :

"شروع شروع میں اُردو اور ہندی نام کی دو زبانیں نہ تھیں ایک ہی

---

۱ پروفیسر ممتاز حسین، امیر خسرو دہلوی، حیات اور شاعری۔ ص ۳۴۰۔
۲ ایضاً ص ۳۴۳۔
۳ ہندوستانی لسانیات کا خاکہ از جان بیمز ترجمہ مع حواشی و مقدمہ سید احتشام حسین، ص ۵۸۔
۴ اردو زبان اور فارسیت (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۶۱۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زبان تھی جسے فارسی کے مورخ اور لغات نگار زبان دہلوی یا ہندوی کہتے تھے "

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اسی زبان کو ہندوستانی بھی کہا ہے[1]:

" جب مسلمان فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوئے تو " ہندوستانی " دہلی کے بازاروں میں بول چال کی حیثیت سے رائج تھی۔ امیر خسرو، ابوالفضل، شیخ بہاؤالدین باجن نے اسے دہلوی کہا . . . "

ڈاکٹر حیدر جی کی کتاب سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے خسرو کے متعلق لکھا ہے اور جس سے ہمارے خیال کی مزید تائید ہوتی ہے[2]

" اب ذرا پھر دہلی اور اس کے گرد و نواح میں زبان کی نشو و نما کی طرف آئیے۔ اس وقت اس کا نام " ہندی " یا " ہندوی " تھا کبھی وضاحت کے لیے اسے دہلوی بھی کہہ دیا جاتا تھا ——— امیر خسرو (۱۲۵۳ - ۱۳۲۵) کا شمار " ہندوستانی ادب اور تحقیق کے بڑے ناموں میں ہوتا ہے۔ وہ فارسی کے مصنف ہیں ان کی شاعری ان کو فارسی شاعری اور علم و فضل کی صفِ اوّل کا مستحق ٹھہراتی ہے۔ وہ ہندوی زبان کے پہلے اہم مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ امیر خسرو زبان سے خوب واقف تھے اور اپنی ہندی زبان اور اس کے اعلیٰ ادب پر ان کو ناز تھا . . . .
. . . . بلکہ وہ فارسی عربی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے تھے۔ کچھ چھوٹی چھوٹی نظمیں، دوہے، پہیلیاں، کبت اور ہندی، فارسی آمیختہ ریختے اور مضحک نظمیں ان سے منسوب کی جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ یہ انھیں کی تصانیف ہیں اور

---

[1] داستانِ زبانِ اردو، ص ۱۰۹۔

[2] کتاب مذکورہ، ص ۱۴۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ان کی قدامت ۱۴ویں صدی تک جاتی ہے۔ اس طرح یہ مغربی ہندی کی ادبی زبان کے قدیم ترین نمونے ہیں جو آج کی کھڑی بولی سے قریب تر معلوم ہوتے ہیں لیکن ہمارے پاس جو متن ہے اس میں صدیاں گزرنے پر ضرور تحریف ہوئی ہوگی۔"

ڈاکٹر چٹرجی کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امیر خسرو کی تصانیف مغربی ہندی کے قدیم ترین نمونے ہیں جو آج کی کھڑی بولی سے قریب تر معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس وقت کھڑی بولی رفتہ رفتہ اپنی واضح شکل متعین کر رہی تھی۔ آیئے اب ذرا دیکھیں کہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے کھڑی بولی کو کس زبان کی ارتقا یافتہ شکل قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں[1]:

"کھڑی بولی یا ہندوستانی :——— پچھلے صفحات میں شمالی ہندوستان کی آریائی زبانوں کی سلسلہ وار تاریخ بیان کرتے ہوئے ہم بتاتے آئے ہیں کہ کس طرح ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ اپ بھرنش ہی کے اندر جدید آریائی زبانوں کے روپ جھلکنے لگے تھے۔ اس عہد میں شورسینی (متھرا کے ارد گرد کا علاقہ) کی اپ بھرنش (شورسینی اپ بھرنش) کو ادبی حیثیت سے بہت فروغ تھا جس کا ڈنکا بنگال سے پنجاب تک بج رہا تھا ..... اسی شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو ۱۰۰۰ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ جب کوئی زبان کسی وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے تو اس کی یکسانیت باقی نہیں رہتی اور وہ جزوی اختلافات کے ساتھ کئی بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ مغربی ہندی بھی کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسی ہی بولیوں میں تقسیم ہو گئی تھی :

(۱) بندیلی (۲) ہریانی یا نگرلو (۳) برج بھاشا (جس میں قنوجی بھی شامل ہے) اور (۴) کھڑی بولی یا جسے گریرسن ہندوستانی کا جدید نام

---

[1] ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۹۰ تا ۹۵۔

www.urduchannel.in

دتیا ہے۔

مغربی ہندی کی وہ بولی جو مغربی روہیلکھنڈ دوآبہ کے شمالی حصے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے۔ گریرسن اسے ہندوستانی کہہ کر پکارتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ کھڑی بولی یا ہندوستانی مغربی ہندی کے شمال مغربی علاقے کی بولی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ بولی کے اعتبار سے اس کی اپنی علیحدہ حیثیت ہے۔ بعض نحوی خصوصیات کی وجہ سے ہم اسے برج میں ضم نہیں کر سکتے۔ یہ قدیم زمانے سے دلی اور اس کے آس پاس کی زبان ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ اب چاہے اُسے دہلوی، کھڑی بولی یا ہندوستانی کسی بھی نام سے یاد کیا جائے۔۔۔"

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ:

(۱) کھڑی بولی یا ہندوستانی مغربی ہندی سے نکلی ہے (مغربی ہندی نے ۔۔۔ ۱۱ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لی تھی) اور مغربی ہندی شورسینی اپ بھرنش سے جس کا ڈنکا بنگال سے پنجاب تک بج رہا تھا۔

(۲) ہندوستانی مغربی روہیلکھنڈ دوآبہ کے شمالی حصے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے۔

(۳) یہ قدیم زمانے سے دلی اور اس کے آس پاس کی زبان ہے۔

(۴) دہلوی، کھڑی بولی، ہندوستانی ایک ہی زبان کے مختلف نام ہیں۔

یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ کھڑی بولی یا ہندوستانی مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے ——— آئیے اب ذرا یہ بھی دیکھیں کہ مسعود صاحب کھڑی بولی کے ارتقا کے سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

" سولھویں صدی عیسوی سے قبل کے ادبی نمونے شمالی ہند کی کسی بولی میں نہیں ملتے۔ اردو اس اعتبار سے بہت ہی بے چاری ہے۔ ۱۲۰۰ء سے ۱۶۵۰ء تک ادبی نمونوں کے فقدان کی وجہ سے اس کی مسلسل تاریخ نہیں لکھی جا سکتی۔ شمالی ہند میں اس کے ارتقا کا اندازہ لگانے کے لیے صرف حسب ذیل مواد ملتا ہے:

۱۔ صوفیائے کرام کے وہ اقوال اور فقرے جو مختلف تذکروں میں جا بجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

۲۔ حضرت امیر خسروؔ کی ہندی شاعری۔

۳۔ اس عہد کی فارسی تاریخوں . . . .

. . . . کے فقروں اور الفاظ کا جائزہ . . . . . .

۴۔ لیکن اس عہد کی کھڑی بولی پورے طور سے ہندی ادبیات میں نکھرتی ہے۔ پنجابی برج بھاشا اور اودھی کے ساتھ ساتھ وہ بھی ——
(۱) نام دیو (۲) کبیر داس اور (۳) گرو نانک کی ملی جلی زبان میں روحِ عصر کی ترجمان بن رہی تھی . . ." [1]

مذکورہ بالا بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور اردو کا ارتقا کھڑی بولی کا ارتقا ہے لیکن ان کا یہ انداز ہمیشہ قائم نہیں رہا ہے اور اس سلسلے میں بھی ان کے یہاں متضاد بیانات ملتے ہیں۔ کبھی وہ اردو اور کھڑی بولی کو ایک ہی تسلیم کرتے ہیں اور کبھی ان دونوں کو الگ الگ مانتے ہیں —— ڈاکٹر گیان چند نے درست لکھا ہے:

" وہ اردو اور کھڑی بولی کے فرق کے بارے میں زیادہ واضح نہیں . . ." [2]

---

[1] کتاب مذکورہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۳۔

[2] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۴۲۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مسعود صاحب کی کتاب سے چند سطور دیکھیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو اور کھڑی بولی ایک ہیں :

" برج بھاشا، کھڑی بولی (ہندوستانی یا زبان دہلوی) . . ." الخ [۱]

○

" کھڑی بولی یا ہندوستانی (موجودہ اُردو ہندی) " [۲]

○

" کھڑی بولی یا ہندوستانی " [۳]

○

" کھڑی بولی یا ہندوستانی مغربی ہندی کے شمال مغربی علاقے کی بولی ہے " [۴]

○

" اردو (کھڑی بولی) کی جنم بھومی کی اہمیت " [۵]

○

" عمومیت ہندوستانی (کھڑی بولی) ہی کو حاصل ہوئی " [۶]

○

" ہندوستانی (کھڑی بولی) کے ارتقا کی داستان . . . الخ " [۷]

۱۔ مقدمۂ تاریخ اُردو - ص ۱۲ -
۲۔ ایضاً ص ۵۲ -
۳۔ ایضاً ص ۹۰ -
۴۔ ایضاً ص ۹۳ -
۵۔ ایضاً ص ۹۹ -
۶۔ ایضاً ص ۱۶۸ -
۷۔ ایضاً ص ۱۷۷ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"چاہے اُسے دہلوی، کھڑی بولی یا ہندوستانی کسی بھی نام سے یاد کیا جائے۔"[۵]

○

"ہندوستانی (کھڑی یا زبانِ دہلی) سے . . . الخ"[۱]

○

اب دو اقتباسات دیکھیے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو اور کھڑی بولی الگ الگ ہیں:

"شہر دہلی چار بولیوں کے سنگم پر واقع ہے۔ جمنا پار ہریانی اور میواتی بولیاں رائج ہیں۔ شمال مشرق میں کھڑی اور جنوب میں برج کا علاقہ ہے اُردو کے ارتقا میں ان تمام بولیوں کے اثرات مختلف زمانوں میں پڑتے رہے ہیں۔"[۲]

○

"قدیم اُردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے۔ اس پر رفتہ رفتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑتے ہیں۔"[۳]

○

مؤخرالذکر بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند[۴] لکھتے ہیں:

"گویا کھڑی بولی اردو سے جُدا کوئی چیز تھی . . ."

مزید لکھتے ہیں[۵]:

---

۵ ایضاً ص ۹۵

۱ ایضاً ص ۱۹۱

۲ ایضاً ص ۲۷۶

۳ ایضاً ص ۲۷۷

۴ گیان چند، اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۵۴

۵ " " " ص ۳۵۴ تا ۳۵۵

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"وہ شیخ عبداللہ انصاری شیخ محبوب عالم، اکرم روہتکی وغیرہ کو ہریانی کے قدیم مصنف مانتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تصانیف اُردو میں ہیں۔ بانگرو یعنی ہریانی میں نہیں۔ . . . . . .
. . . . یہ قدیم اُردو ہے ہریانی نہیں۔ ہریانی علاقے میں لکھے جانے کی وجہ سے ان میں کہیں کہیں ہریانی اثر آگیا ہے یعنی یہ صوبائی اردو ہے۔"

سعود صاحب کا بیان ہے[1]:

"دکنی کے تمام غریب الفاظ کی توجیہہ نواح دہلی کی چار بولیوں (ہریانی کھڑی، میواتی اور برج) سے کی جاسکتی ہے . . ."

مذکورہ بالا بیان پر تنقید کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند رقمطراز ہیں[2]:

"لفظیات کی توجیہہ کی حد تک یہ بیان درست ہے لیکن کسی زبان یا بولی میں کئی زبانوں کے الفاظ دخل پا جاتے ہیں تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اوّل الذکر زبان یا بولی فلاں فلاں زبانوں کے اختلاط کا نتیجہ ہے . . . اہمیت صرف بنیادی الفاظ اور تصریف کے اصولوں کی ہے۔ متفرق الفاظ کسی زبان کا شجرہ متعین نہیں کرتے۔ انگریزی میں متعدد زبانوں مثلاً لاطینی، یونانی، اسپینی، فرنچ، جرمن حتیٰ کہ ہندوستانی کے الفاظ ہیں۔ ان کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ انگریزی ان سب زبانوں سے مل کر بنی ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین کا نظریہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کا آغاز ہریانی، کھڑی بولی میواتی اور برج کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ کیا اُردو کے افعال کے کچھ روپ

---

[1] مقدمۂ تاریخِ زبانِ اُردو، ص ۳۰۴۔
[2] اُردو کے آغاز کے نظریے، مشمولہ حقائق ص ۳۵۵ تا ۳۵۶

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہریانی سے کچھ میواتی سے اور کچھ برج سے لیے گئے ہیں؟ وہ کھڑی سے کیا مراد لیتے ہیں؟

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"بجنور، مرادآباد اور رامپور کی کھڑی معیاری اردو سے قریب تر ہے..." (ص ۲۹۶)

کیا ڈاکٹر مسعود حسین خاں مہاتما گاندھی کی طرح یہ سمجھتے ہیں کہ کھڑی بولی وہ زبان ہے جو بولی جاتی ہے لکھی نہیں جاتی۔ اور معیاری اردو وہ زبان ہے جو لکھی جاتی ہے بولی نہیں جاتی۔ مجھے ایسا شبہ ہوتا ہے کہ ہندی کے بعض مصنفوں کی طرح ڈاکٹر مسعود حسین سمجھتے ہیں کہ کھڑی بولی اس بولی کا نام ہے جو معیاری بولی کے مقابلے میں مسخ ہو..... یہ شدید غلط فہمی ہے..... تحریری معیار اور تقریری معیار میں فرق ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ مختلف زبانیں نہیں ہو جاتیں..."

ڈاکٹر گیان چند[1] نے اردو اور کھڑی بولی کے رشتے کا تعین واضح اور مناسب انداز میں اس طرح کیا ہے:—

"میں شوکت سبزواری اور سہیل بخاری سے اتفاق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ لسانیاتی نقطۂ نظر سے اردو، ہندی اور کھڑی بولی ایک ہیں۔ اردو کھڑی بولی کا وہ روپ ہے جس میں عربی فارسی الفاظ کی مقدار زیادہ اور تت سم سنسکرت الفاظ تقریباً نہیں کے برابر ہوتے ہیں لیکن اس خصوصیت کے باعث اردو کھڑی بولی سے علیحدہ زبان

---

[1] ایضاً ص ۳۵۸

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نہیں ہوجاتی ۔ کھڑی بولی مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے . . "

ایک اور جگہ لکھا ہے [۱]:

" اردو کا آغاز کھڑی بولی یا ہندوستانی کے آغاز کے سوا کچھ نہیں . . . "

مسعود صاحب [۲] نے اپنی کتاب کا اختتام ان الفاظ میں کیا ہے :

" محمود شیرانی اور ان کے تتبع میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور (اردو اور پنجابی ۔ نقوش جولائی ۱۹۵۳ء) کھڑی بولی اور ہریانی کو فتح دہلی کے بعد کا ارتقا مانتے ہیں اور اس طرح چندھر شرما گلیری کے اس قیاس کی تائید کرتے ہیں کہ بدیسی مسلمانوں نے آگرہ، دہلی، سہارن پور، میرٹھ کی پڑی بولی کو کھڑی بنا کر اپنے لشکر اور سماج کے مطابق بنا لیا ۔ (ناگری پرچارنی سبھا پتریکا سمت ۱۹۷۸، ص ۱۴۴)

لیکن یہ قیاس ہندآریائی زبان پر ان تمام تحقیقاتی مواد کا ابطال پیش کرتا ہے جو شورسینی پراکرت اور اپ بھرنش کے بارے میں جمع ہو چکا ہے . . . .

. . . .

. . . . . نواحِ دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں اور حضرتِ دہلی اس کا صحیح مولد و منشا . . "

اس اقتباس کی تردید میں مندرجہ ذیل باتیں کہی جا سکتی ہیں :

(۱) کھڑی بولی اور ہریانی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں اور یہ خود

---

[۱] ایضاً ص ۳۴۸ ۔

[۲] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو ص ۳۰۶

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مسعود صاحب کے اقتباسات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ نہ صرف محمود شیرانی اور ان کے تتبع میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور بلکہ خود مسعود حسین خاں صاحب کے کہنے کے مطابق کھڑی بولی اور ہریانی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں اور نہ صرف کھڑی بولی اور ہریانی بلکہ نواحِ دہلی کی دوسری بولیاں برج، بندیلی اور قنوجی بھی بعد کی پیداوار ہیں اس لیے نواحِ دہلی کی بولیاں اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ نہیں ہوسکتیں۔ ویسے بھی ماہرینِ لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ زبانیں کسی نئی زبان کا منبع اور سرچشمہ نہیں ہو سکتیں۔

(۲) بڑی بولی کو کھڑی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ بڑی اور کھڑی کا مسئلہ بعد کی پیداوار ہے۔ اس وقت تک مغربی ہندی اپنی موجودہ پانچ بولیوں کے روپ میں پورے طور سے نکھر کر سامنے نہیں آئی تھی۔ بلکہ ابھی صرف بیج ہی پھوٹنے شروع ہوئے تھے۔

(۳) یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ ہریانی اور کھڑی بعد کا ارتقا ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا سابقہ "مغربی ہندی" سے پنجاب میں ہی پڑ چکا تھا اور جس میں سے نواحِ دہلی کی بولیوں برج، ہریانی اور کھڑی وغیرہ کے بیج تو پھوٹنا شروع ہو گئے تھے مگر ان کی شکلیں متعین نہیں ہوئی تھیں اور عوام وہی زبان بولتے ہوئے دہلی آئے تھے، اس تمام تحقیقاتی مواد کی جو شورسینی پراکرت اور اپ بھرنش کے بارے میں جمع ہو چکا ہے تائید ہی ہوتی ہے نہ کہ تردید اور ان تمام حقائق کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ حضرتِ دہلی اُردو کا صحیح مولد و منشا نہیں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں کے نظریے کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان کی پوری کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں ہندوستان کی آریائی زبانوں کی مختصر تاریخ بیان کی ہے جس میں آریوں کے وطن اور داخلۂ ہند ہند آریائی زبان کے عہدِ قدیم، عہدِ وسطیٰ اور تیسرے دور پر روشنی ڈالی ہے۔ دوسرے باب میں ہندوستان کی جدید آریائی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زبانوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی گروہ بندی کی گئی ہے اسی کے ساتھ ساتھ مغربی ہندی اور اس کی بولیوں کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ تیسرے باب میں اُردو کے ارتقا کا تحقیقی مواد فراہم کیا گیا ہے اور اردو (کھڑی بولی) کی جنم بھومی کے متعلق بتایا گیا ہے۔ اردو کے ارتقا کا تحقیقی مواد ۸۰۰ء سے ۱۳۰۰ء تک محیط ہے۔ ان تینوں ابواب کے مطالعے سے جو اہم حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں اور جن سے اردو (کھڑی بولی) کے آغاز، اس کے ماخذ اور اس کی جائے پیدائش کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں :

"آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہندوستان میں جس علاقے کی زبان کا راج رہا وہ مدھیہ دیش (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کی کسی نہ کسی بولی پر مبنی تھی۔"[1]

○

"سنسکرتی عہد کے جغرافیے میں جس علاقے کا نام بار بار آیا ہے اور جسے خالص آریوں کی جنم بھومی ہونے کا فخر حاصل ہے وہ یہی مدھیہ دیش ہے۔ اس کی حد بندی شمال میں ہمالیہ جنوب میں وندھیاچل اور پنجاب میں سرہند سے لے کر الہ آباد تک مقرر کی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق اس کے مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سرسوتی نام کا مقدس دریا بہتا ہے جو انسانی آنکھ سے اوجھل ہے۔"[2]

○

"مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔"[3]

○

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو، ص ۹۹۔

[2] کتاب مذکورہ، ص ۵۹۔

[3] 〃 〃 ص ۸۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"لسانیاتی اعتبار سے مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو اس عہد کی بولیوں میں واحد اور ممتاز ادبی حیثیت کی مالک تھی . . . . یہ اپ بھرنش راجپوتی عہد میں مسلّمہ طور سے لاہور سے لے کر بنگال تک ادبی حیثیت سے رائج تھی . . ." ۴ؔ

○

"ہندوستان کی جدید آریائی زبانوں کے طلوع کی تاریخ ۱۰۰۰ء مقرر کی گئی ہے . . . . ۸۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک دوآبہ کی شورسینی اپ بھرنش ایک طرح سے سارے شمالی ہندوستان کی ادبی زبان بن گئی تھی اس کا سب سے بڑا سبب راجپوتوں کا سیاسی اقتدار تھا جن کی راجدھانی اس وقت گنگا کی ترائی میں شہر قنوج تھا . . . .
شورسینی اپ بھرنش اس وقت شمالی ہند کی "لنگوا فرینکا" کی حیثیت رکھتی تھی جو گجرات و مغربی پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی۔ اس کے ادب کی نشاندہی ۸۰۰ء سے ۱۳۰۰ء تک جا سکتی ہے . . . .
. . . . . . مذہب اور ادبیات سے قطع نظر دوآبہ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں یہ گھریلو زبان کی حیثیت سے رائج تھی . " ۵ؔ

○

"۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوتے ہیں تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ سنسکرت اور پراکرت کے ساتھ ساتھ راجپوتوں کے درباروں میں اس نے بھی ایک خاص مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج ابھی کے اندر سے پھوٹنا شروع ہو گئے تھے" ۶ؔ

۴ؔ کتاب مذکورہ ص ۸۱
۵ؔ " ص ۴۶ تا ۵۰
۶ؔ " ص ۱۰۱

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"مسلمانوں کی فتحِ دہلی سے قبل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس علاقے کی نئی بولیوں (برج بھاشا، کھڑی بولی، ہریانی) نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل (قدیم ہندی) یکساں طور پر ان بولیوں کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی ۔ ۔ ۔" ؎

○

"مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل راجپوتی عہد میں زبان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہ تو برج بھاشا ہے نہ کھڑی بولی بلکہ اسی عہد کی قدیم اپ بھرنش کی روایات میں جکڑی ہوئی زبان ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دراصل ہندوستان کی جدید بولیوں کی پیدائش صحیح معنوں میں ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ خاص طور سے ادب نے انھیں ابھی منہ نہیں لگایا تھا اسی لیے ان زبانوں کے مستند نمونے سولھویں صدی سے زیادہ پرانے نہیں ۔ ۔" ؎

○

"کھڑی بولی جس کی شکل ہم قدیم ہندی کے ادب میں پہچانتے آئے ہیں پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی ہے لیکن یہ بھی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح تمکن ہو جانے کے بعد ہوتا ہے" ؎

○

"یہ بڑی دلچسپ حقیقت ہے کہ قدیم اردو کی جن خصوصیات کو پنجابی سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اپ بھرنش کی جدید شکل کہہ سکتے ہیں اور جو کسی زمانے میں راجپوتوں کے سیاسی اقتدار کے تحت شمالی ہند کی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی" ؎

؎ کتاب مذکورہ، ص ۱۲۵ تا ۱۲۶۔

؎ ایضاً ص ۱۳۴۔

؎ ایضاً ص ۱۳۵۔

؎ ایضاً ص ۱۴۶ تا ۱۴۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"پنجابی گرامر کا وہ حصّہ جسے پروفیسر شیرانی پنجابی کا اپنا بتاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ دراصل براہ راست مغربی ہندی کی قدیم شکل (شورسینی اپ بھرنش) سے ماخوذ ہے ۔ ۔"[۱۱]

○

"شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو ۔ ۔ ۔ ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ جب کوئی زبان کسی وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے تو اس کی یکسانیت باقی نہیں رہتی اور وہ جزوی اختلافات کے ساتھ کئی بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ مغربی ہندی بھی کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسی ہی بولیوں میں تقسیم ہو گئی تھی :

۱- بندیلی - ۲- ہریانی یا بانگڑو - ۳- برج بھاشا (جس میں قنوجی بھی شامل ہے) اور (۴) کھڑی بولی یا جسے گریرسن ہندوستانی کا جدید نام دیتا ہے ۔ ۔"[۱۲]

○

"گریرسن نے مغربی ہندی کی پانچ بولیاں گنائی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں :

۱- کھڑی بولی یا ہندوستانی -
۲- ہریانی ، جاٹو یا بانگڑو -
۳- برج بھاشا -
۴- قنوجی -
۵- بندیلی "[۱۳]

---

[۱۱] کتاب مذکورہ - ص ۹۴ -
[۱۲] ایضاً ص ۹۱ -
[۱۳] ایضاً ص ۸۲ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مذکورہ بالا تمام حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں کے کہنے کے مطابق آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک تقریباً ہر زمانے میں مدھیہ دیش (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کی زبان کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا۔ مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔ مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل نواحِ دہلی کی بولیوں برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ مغربی ہندی سے پانچ بولیاں وجود میں آئیں:

(۱) کھڑی بولی یا ہندوستانی (۲) ہریانی (۳) برج بھاشا (۴) قنوجی (۵) بندیلی ——— کھڑی بولی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلی۔

مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں تین باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔ اور پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہیں:-

(۱) اردو (کھڑی بولی یا ہندوستانی) مغربی ہندی کی شاخ ہے۔
(۲) مغربی ہندی کے حدود بھی وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔
(۳) نواحِ دہلی کی بولیاں مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں باتیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ مسعود صاحب نے اپنے نظریے کو پیش کرتے وقت نہ صرف یہ کہ ان تینوں باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے ——— بلکہ بہت کچھ بالکل برعکس کہہ دیا ہے اور اپنی کتاب کے آخر میں دو فیصلے بھی صادر فرما دیے ہیں ——— نمبر ایک یہ کہ نواحِ دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں اور دوسرا یہ کہ حضرتِ دہلی اردو کا صحیح

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مولد و منشا ——— ان دونوں فیصلوں پر اس سے پہلے بھی گفتگو کی جا چکی ہے اور مزید گفتگو آگے چل کر بھی کی جائے گی ۔ فی الحال میں قارئین کی توجہ اس بات کی طرف منعطف کرانا چاہتی ہوں کہ :—

مسعود صاحب نے اپنی متذکرہ تصنیف میں تحقیق کی جو سمت مقرر کی تھی اور تیسرے باب تک جس انداز سے بحث کر رہے تھے آخیر کے دو ابواب میں وہ انداز قائم نہ رکھ سکے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیانات اکثر اوقات تضاد کا شکار ہو گئے ہیں جس کی بہت سی مثالیں قارئین کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور جس کے علاوہ بھی کتاب میں بہت سے گنجلک اور مبہم بیانات نیز عجیب غریب خیالات ملتے ہیں ۔ اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ بار بار شتور سینی اپ بھرنش اور مغربی ہندی کا ذکر کرنے کے باوجود، دوسروں کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت نیز اپنے نظریے کو پیش کرتے وقت وہ دہلی کی زبان اور نواحِ دہلی کی بولیوں پر ضرورت سے زیادہ زور دینے لگے اور کہنے لگے کہ اردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی ہے ——— اتنا ہی نہیں وہ نواحِ دہلی کی بولیوں کا ذکر کرتے وقت کھڑی بولی کو اردو سے الگ تصور کرنے لگے اور اردو پر کھڑی بولی کے اثرات تلاش کرنے لگے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اردو کھڑی بولی ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور جس پر تفصیلی گفتگو پچھلے صفحات میں کی جا چکی ہے ۔

چوتھے باب میں مسعود صاحب نے آزاد اور شیرانی کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے ۔ آزاد کے نظریے کے متعلق ان کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اردو برج بھاشا سے نہیں نکلی ، اس پر مزید گفتگو آزاد کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کی جائے گی ۔ شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے وقت انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا تفصیلی ذکر تو شیرانی کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کیا جائے گا یہاں صرف اتنا عرض کر دینا ضروری

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہے کہ جس طرح شیرانی نے اردو اور پنجابی کی مشترکہ خصوصیات کو بہت زیادہ اہمیت دی، اسی طرح مسعود صاحب نے ہریانی اور اردو کی مشترکہ خصوصیات پر ضرورت سے زیادہ زور دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسعود صاحب خود اپنے ہی بیانات کی تردید کرنے لگے اور ان کی کتاب متضاد بیانات کا شکار ہو گئی۔

پانچویں باب میں مسعود صاحب نے ایک نئے لسانی نظریے کی تشکیل کی ہے اور بتایا ہے کہ اردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی ہے انھوں نے اپنے نظریے کی بنیاد جیولز بلاک کے جن اقتباسات پر رکھی ہے ان کو ہم اس باب کے شروع میں نقل کر چکے ہیں اور یہ اقتباسات پروفیسر جیولز بلاک کے جس مضمون سے اخذ کیے گئے ہیں اس مضمون کے متعلق زور صاحب کی رائے بھی پیش کر چکے ہیں۔ اگر زور صاحب کی رائے کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی حیرت اس بات پر ہے کہ ان اقتباسات میں کہیں نہیں کہا گیا کہ اردو ہریانی سے بنی بلکہ انھوں نے تو پنجابی اور اردو کی مماثلت کو بھی یاد رکھنے کے لیے کہا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ کہا ہے کہ ہندی لشکروں کے وہ لوگ جو پہلے پہل اپنی زبان کو دکن لے گئے پنجاب سے متعلق تھے بلکہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کہ ان کے خیال میں مشرقی پنجاب کے اضلاع کی زبان لشکریوں کے ذریعے دکن تک پہنچی ہے جس نے مرورِ ایام سے شستہ ادبی زبان کی حیثیت اختیار کر لی ہے ——— سمجھ میں نہیں آتا کہ ان اقتباسات سے مسعود صاحب نے یہ نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا کہ پروفیسر ژول بلوک نے ہریانی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مسعود صاحب نے یہ کیسے مان لیا کہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبہ کے لوگوں کی زبان ہریانی تھی؟ یہاں ایک اور سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مسعود

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

صاحب نے آگے چل کر دہلی کو اردو کا صحیح مولد و منشا قرار دیا ہے اب اگر دہلی کو اُردو کا صحیح مولد و منشا مان لیا جائے تو مشرقی پنجاب اور شمالی دوآبہ کے لشکریوں نے دہلی میں بنی ہوئی اُردو زبان کو کب سیکھ لیا ؟ اور اپنی زبان کو کیونکر بھلا دیا اور اگر یہی بات مان بھی لی جائے کہ انھوں نے اپنی زبان کو ترک کر کے دہلی میں پیدا ہونے والی اردو زبان کو اختیار کر لیا تو پھر ان کی زبان اُردو ہوئی نہ کہ ہریانی ——— تیسری بات یہ کہ اگر یہ مانا جائے کہ ان کا دہلی میں پیدا ہونے والی اُردو زبان سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ ہریانی بولتے ہوئے دکن گئے جس سے اُردو بنی تو پھر کہا جائے گا کہ اردو دکن میں بنی اور اس کا دہلی سے کوئی تعلق نہیں رہا کیونکہ جن بزرگوں کی زبان سے ترقی پاکر یہ زبان وجود میں آئی ان کا تعلق مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور دوآبہ سے تھا نہ کہ دہلی سے ——— اس طرح مسعود صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ثابت ہو جائے گا کہ "اردو کا صحیح مولد و منشا حضرت دہلی ہے"۔

آیئے اب ذرا کسی ایسی حقیقت کی تلاش کریں جس سے یہ گتھی اور زیادہ اُلجھنے کی بجائے سلجھتی ہوئی نظر آئے یا بہ الفاظ دیگر اس معمے کا کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے جو قابلِ قبول بھی ہو اور حقیقتوں پر مبنی بھی ہو۔ مسعود صاحب کی کتاب سے ہی اس کا آغاز کرتے ہیں ان کی کتاب کے تیسرے باب کے پہلے حصے کا عنوان ہے " اُردو (کھڑی بولی) کی جنم بھومی" اور جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے اس باب کے تحت انھوں نے اردو کی جائے پیدائش کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے[2]:

" آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہندوستان میں جس علاقے کی زبان کا راج رہا وہ مدھیہ دیش (مغربی یوپی، اور مشرقی پنجاب) کی کسی نہ کسی بولی پر مبنی تھی ․ ․ ․ ․ عہد اپ بھرنش

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۹۹ (فہرست میں یہی عنوان درج ہے جبکہ کتاب کے اندر "اردو (کھڑی بولی) کا جنم بھومی کی اہمیت" لکھا ہے صفحات کے نمبروں میں بھی اختلاف ہے۔ شاید یہ سہو کتابت ہے۔ [2] کتاب مذکورہ ص ۹۹ تا ۱۰۱ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں بھی اسی علاقے کی اپ بھرنش کو عروج حاصل رہا جو پنجاب سے لے کر بنگال تک واحد ادبی زبان کے طور پر رائج تھی ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ سنسکرت اور پراکرت کے ساتھ ساتھ راجپوتوں کے دربار میں اس نے بھی ایک خاص مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج اسی کے اندر سے پھوٹنا شروع ہو گئے تھے ۔۔"

مغربی ہندی اور اس کی بولیوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے[1]:

"مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو قدیم دیش کے ہیں۔"

کھڑی بولی یا ہندوستانی کے متعلق رقمطراز ہیں[2]:

"پچھلے صفحات میں شمالی ہندوستان کی آریائی زبانوں کی سلسلہ وار تاریخ بیان کرتے ہوئے ہم بتاتے آئے ہیں کہ کس طرح ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ اپ بھرنش کے اندر ہی جدید آریائی زبانوں کے روپ جھلکنے لگے تھے۔ اس عہد میں شورسین دیس (متھرا کے ارد گرد کا علاقہ) کی اپ بھرنش (شورسینی اپ بھرنش) کو ادبی حیثیت سے بہت فروغ تھا جس کا ڈنکا بنگال سے پنجاب تک بج رہا تھا ۔۔۔۔ اسی شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا جو ۱۰۰۰ء کے قریب ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ جب کوئی زبان کسی وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے تو اس کی یکسانیت باقی نہیں

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۸۰۔

[2] ایضاً ص ۹۰ تا ۹۱۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رہتی اور وہ جزوی اختلافات کے ساتھ کئی بولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے مغربی ہندی بھی کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ ایسی ہی بولیوں میں تقسیم ہو گئی تھی : (۱) بندیلی (۲) ہریانی یا بانگرو (۳) برج بھاشا (جس میں قنوجی بھی شامل ہے) اور (۴) کھڑی بولی یا جسے گریرسن ہندوستانی کا جدید نام دیتا ہے۔

مغربی ہندی کی وہ بولی جو مغربی روہیلکھنڈ، دوآبہ کے شمالی حصّے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے گریرسن اسے ہندوستانی کہہ کر پکارتا ہے۔"

مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبہ یعنی مدھیہ دیش کے لوگوں کی زبان کا آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک، ہر زمانے میں راج رہا ——— ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی، ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج اسی کے اندر سے پھوٹنا شروع ہو گئے تھے اسی شورسینی اپ بھرنش نے مغربی ہندی کو جنم دیا اور مغربی ہندی سے پانچ بولیاں عالمِ وجود میں آئیں جن میں کھڑی بولی یا ہندوستانی اور ہریانی بھی شامل ہیں کھڑی بولی یا ہندوستانی مغربی روہیلکھنڈ، دوآبہ کے شمالی حصّے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام حقائق اور شواہد کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ خود مسعود صاحب کے بیانات کے مطابق مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبے کے لوگوں کی زبان ۱۰۰۰ء میں شورسینی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل مغربی ہندی تھی اور جب اسی زمانے میں مغربی ہندی پانچ بولیوں میں تقسیم ہوئی تو یہ علاقہ یعنی مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی (مدھیہ دیش کا خاص

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

علاقہ) کھڑی بولی یا ہندوستانی کے حصے میں آیا لہٰذا مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبے کے لوگوں کی زبان ہریانی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کی زبان کو ہریانی سمجھنا یا کہنا قطعاً غلط ہے۔ یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ ان لوگوں کی زبان ہریانی نہیں تھی یہ بھی خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ اردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہرگز نہیں ہوئی۔ کیونکہ بنیاد گر جانے کے بعد عمارت کا کھڑا رہنا ممکن نہیں ——— چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ پروفیسر جیولز بلاک کے مذکورہ بالا اقتباسات سے جس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبے سے تعلق رکھنے والے لشکریوں کے ذریعے جو زبان دکن پہنچی وہ مغربی ہندی اور اس سے پیدا ہونے والی کھڑی بولی یا ہندوستانی زبان تھی جو ابھی خام تھی اور جس کا ارتقا ابھی مکمل طور سے نہیں ہوا تھا اور جس نے دکن پہنچ کر مرورِ ایام سے شستہ ادبی زبان کی حیثیت اختیار کی اور دکنی کہلائی ——— چنانچہ ہمارا یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ پروفیسر جیولز بلاک کے مذکورہ بالا بیانات سے بھی ہمارے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے اپنی اس تصنیف میں پیش کیا ہے یعنی اردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی اور مغربی ہندی سے پیدا ہوئی یا بہ الفاظِ دیگر مغربی ہندی اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے اور مدھیہ دیش اس کا صحیح مولد و منشا۔

مسعود صاحب نے اپنے نظریے کو مزید تقویت دینے کے لیے پروفیسر جیولز بلاک کے اقتباسات کے بعد ڈاکٹر زور کا ایک اقتباس پیش کیا ہے اور جس کے متعلق انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ڈاکٹر زور نے جیولز بلاک کی تحریروں ہی سے متاثر ہو کر ہریانی کی اہمیت کے بارے میں لکھا جبکہ ڈاکٹر زور نے خود اس بات کی تردید کی ہے انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہم اسی باب کے شروع میں من وعن درج کر چکے ہیں یہاں دہرانا مناسب نہیں۔ البتہ اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر زور کے تردیدی بیان کے باوجود وہ اقتباس زور صاحب کی کتاب میں موجود ہے حقیقت یہ ہے کہ خود زور صاحب کے یہاں بھی متضاد بیانات ملتے ہیں جن کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تفصیلی ذکر زور صاحب کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کیا جائے گا فی الحال اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ زور صاحب نے مسعود صاحب کی کتاب پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ہم اس باب کے شروع میں لکھ چکے ہیں یہاں صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مسعود صاحب خود بھی یہ بات جانتے تھے کہ زور صاحب کھڑی بولی اور ہریانی کو فتح دہلی کے بعد کا ارتقا مانتے ہیں اور جس کا اعتراف انھوں نے اپنی کتاب مقدمۂ تاریخ زبان اردو کے صفحہ نمبر ۳۰۶ پر —— واضح الفاظ میں کیا ہے۔ ایک ہی مصنف کے دو متضاد بیانات کو درست سمجھنا اور ان کو بطور دلیل پیش کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتی ہوں —— دلچسپ بات یہ ہے کہ خود مسعود صاحب کے بیانات سے بھی یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ نواح دہلی کی بولیاں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی) —— مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں۔ دراصل مسعود صاحب کے یہاں متضاد بیانات بکثرت ملتے ہیں جن کی بہت سی مثالیں قارئین کے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور جن پر تفصیلی بحث کے بعد انھیں کے متضاد بیانات میں سے کسی ایک ایسے بیان کو صحیح قرار دیا گیا ہے جس کی تائید دوسرے ماہرین لسانیات کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ چند ایسے ہی صحیح بیانات ملاحظہ فرمائیں :

(۱) مسلمانوں کی فتح دہلی سے قبل ہندوستان کی جدید بولیوں (برج بھاشا، کھڑی بولی اور ہریانی وغیرہ) نے سر نہیں اٹھایا تھا بلکہ اپ بھرنش کی ایک جدید شکل یکساں طور پر ان بولیوں کے علاقوں میں ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت سے رائج تھی۔

(۲) مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد کھڑی بولی پہلی بار مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ایک نئے عروض اور نئے رسم الخط میں ڈھلتی ہے۔

(۳) اردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور اردو کا ارتقا کھڑی بولی کا ارتقا ہے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ ۱۰۰۰ء کے آس پاس شورسینی اپ بھرنش اپنے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

شباب پر تھی جو پنجاب سے کر بنگال تک ممتاز ادبی حیثیت کی مالک تھی اور جس کی عوامی شکل، مغربی ہندی، میں سے جدید ہند آریائی زبانوں یعنی نواحِ دہلی کی بولیوں (برج، ہریانی، کھڑی وغیرہ) کے بیج تو پھوٹنا شروع ہو گئے تھے لیکن ان کی واضح شکلیں متعین نہیں ہوئی تھیں جو دہلی جا کر ہوئیں۔ خود کھڑی بولی کا ارتقا بھی مسلمانوں کے دہلی میں اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد ہوا بلکہ ابھی مکمل ارتقا بھی نہیں ہو پایا تھا اور خام حالت ہی میں تھی کہ دکن لے جائی گئی۔ مسعود صاحب نے اپنے نظریے کو پیش کرتے وقت کھڑی بولی کے ارتقا کو اس کی پیدائش تصور کر لیا حالانکہ پیدائش وہاں سے مانی جائے گی جہاں سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹنا شروع ہو گئے تھے۔ کوئی بھی زبان یک بیک وجود میں نہیں آتی اس لیے کسی بھی زبان کی کوئی ایک تاریخِ پیدائش مقرر نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کی پیدائش کا زمانہ مقرر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ مسعود صاحب خود بار بار کہہ چکے ہیں کہ ۱۰۰۰ء کے آس پاس جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹنا شروع ہو گئے تھے چنانچہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اردو (کھڑی بولی) کا آغاز ۱۰۰۰ء کے آس پاس ہوا۔ بلکہ یہ کہنا اور زیادہ درست ہے کہ ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک کا زمانہ اردو کے آغاز کا زمانہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس نے ترقی کے منازل دہلی جا کر طے کیے۔

پروفیسر مسعود صاحب کے نظریے کے اہم نکات یہ ہیں:

(۱) اردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے۔
(۲) اس پر رفتہ رفتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑے ہیں۔
(۳) نواحِ دہلی کی تمام بولیوں کا تقابلی مطالعہ کر کے دکنی زبان کی خصوصیت کو پنجابی کی بجائے ان میں پہچاننے کی کوشش کی جائے۔
(۴) دکنی کے تمام غریب الفاظ کی توجیہہ نواحِ دہلی کی چار بولیوں (ہریانی، کھڑی، میواتی اور برج) سے کی جا سکتی ہے۔
(۵) نواحِ دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں۔
(۶) حضرتِ دہلی اردو کا صحیح مولد و منشا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اب ہم ان میں سے ہر ایک نکتے پر الگ الگ غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ ان میں سچائی کہاں تک ہے۔

۱۔ ہم گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اُردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر نہیں ہوئی ہے۔

۲۔ اردو اور کھڑی بولی الگ الگ زبانیں نہیں ہیں خود مسعود صاحب نے اپنی کتاب میں متعدد بار اُردو اور کھڑی بولی کو ایک ہی قرار دیا ہے اور یہی دوسرے ماہرینِ لسانیات کا بھی خیال ہے (اس پر تفصیلی گفتگو پچھلے صفحات میں کی جا چکی ہے) اردو اور کھڑی بولی چونکہ ایک ہی ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ اس پر رفتہ رفتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑے ہیں۔

۳۔ قدیم اُردو کی جن خصوصیات کو پنجابی یا ہریانی یا نواحِ دہلی کی دوسری بولیوں سے منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل اس قدیم زبان کی خصوصیات ہیں جسے ہم اپ بھرنش کی جدید شکل یا (قدیم) ہندی یا مغربی ہندی کہہ سکتے ہیں اور جو شمالی ہند کی مسلمہ ادبی زبان بن گئی تھی اور جس سے شمالی ہند کی تقریباً تمام بولیوں نے خوشہ چینی کی ہے (خود مسعود صاحب نے ان باتوں کو بار بار دہرایا ہے) مسعود صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مغربی ہندی، راجستھانی اور مشرقی پنجابی وغیرہ، شورسینی اپ بھرنش سے نکلی ہیں اور نواح دہلی کی بولیاں مغربی ہندی سے۔ اس لیے ان تمام بولیوں میں کچھ نہ کچھ مشترکہ خصوصیات لازماً ہوں گی۔ ان مشترکہ خصوصیات کے لیے یہ کہنا کہ فلاں بولی نے فلاں سے لی ہیں غلط ہے۔ ایک ہی زبان سے نکلنے والی مختلف بولیوں کا تقابلی مطالعہ کرنا کوئی غلط بات نہیں لیکن ان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کوئی ایک زبان دوسری سے نکلی ہے غلط ہے۔ آپسی مشابہتیں صرف ماں بیٹی کی ہی نہیں بلکہ بہنوں بہنوں کی بھی ہو سکتی ہیں۔ نواحِ دہلی کی بولیاں یعنی کھڑی، برج، ہریانی وغیرہ چونکہ سب مغربی ہندی کی شاخیں ہیں اس لیے ان میں بہت سی مشترکہ خصوصیات کا پایا جانا لازمی ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

۴۔ دکنی کے تمام غریب الفاظ کی توجیہ نواحِ دہلی کی چار بولیوں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

(ہریانی، کھڑی، میواتی اور برج) سے کرنے کے متعلق جین صاحب نے بالکل درست لکھا ہے کہ کسی زبان یا بولی میں کئی زبانوں کے الفاظ داخل ہو جانے سے کسی زبان یا بولی کو کئی زبانوں کے اختلاط کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اہمیت صرف بنیادی الفاظ اور تصریف کے اصولوں کی ہوتی ہے۔ متفرق الفاظ کسی زبان کا شجرہ متعین نہیں کرتے۔ (تفصیلات کے لیے گزشتہ صفحات کا مطالعہ کریں)

۵۔ نواحِ دہلی کی بولیاں اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ نہیں ہو سکتیں۔ اس کی کئی وجہیں ہیں۔

(۱) کئی زبانوں کے اختلاط سے کوئی نئی زبان وجود میں نہیں آتی۔

(۲) اردو (کھڑی بولی) بھی اسی طرح مغربی ہندی سے نکلی ہے جیسی کہ نواحِ دہلی کی دوسری بولیاں یہ سب تقریباً ۱۰۰۰ء کے آس پاس عالمِ وجود میں آئیں۔ پھر نواحِ دہلی کی بولیاں اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ کیسے ہو سکتی ہیں۔ نواحِ دہلی کی بولیاں یعنی کھڑی بولی برج اور ہریانی وغیرہ کا آپس میں بہنوں بہنوں کا رشتہ ہے نہ کہ ماں بیٹی کا۔

(۳) نواحِ دہلی کی بولیاں مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں۔ اور سب نے تقریباً ایک ساتھ ترقی کے منازل طے کیے ہیں۔

(۴) حضرتِ دہلی اُردو کا صحیح مولد و منشا نہیں۔ یہ بات پہلے بھی ثابت کی جا چکی ہے اور آئندہ بھی کی جائے گی۔

مسعود صاحب نے اپنی کتاب کے شروع کے تین ابواب میں بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ اُردو (کھڑی بولی یا ہندوستانی) مغربی ہندی کی شاخ ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کھڑی بولی مغربی ہندی کی شاخ ہے تو پھر مغربی ہندی اُردو کا اصل سرچشمہ اور منبع ہوئی نہ کہ نواحِ دہلی کی بولیاں جبکہ وہ خود بھی اسی کے ساتھ ساتھ مغربی ہندی سے ہی عالمِ وجود میں آئیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دوسری بات یہ کہ مسعود صاحب یہ تو مانتے ہیں کہ کھڑی بولی مغربی ہندی کی شاخ ہے اور یہ بھی مانتے ہیں کہ مغربی ہندی مدھیہ دیش (مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی) کی زبان ہے اور اس کے حدود بھی وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔ تو پھر کھڑی بولی مدھیہ دیش کی زبان ہوئی کہ نہیں اور جب کھڑی بولی مدھیہ دیش کی زبان ہے تو پھر اس کا مولد و منشا مدھیہ دیش ہوا کہ نہیں اور جب اس کا مولد و منشا مدھیہ دیش ہوا تو پھر حضرتِ دہلی اس کا صحیح مولد و منشا کیسے ہو گیا؟ جبکہ خود مسعود صاحب کی کتاب کے تیسرے باب میں باقاعدہ بہ حروفِ جلی عنوان ہے۔ "اردو (کھڑی بولی) کی جنم بھومی" جس کے تحت واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہر زمانے میں مدھیہ دیش کی ہی کسی نہ کسی زبان کا راج رہا اور ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی اور ہندوستان کی جدید بولیوں کے بیج اسی میں سے پھوٹنے شروع ہو گئے تھے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب مذکور کا تیسرا باب) سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ کون سے عوامل کارفرما تھے جنھوں نے مسعود صاحب کو اس بات کے لیے مجبور کر دیا کہ وہ کتاب کے آخر میں حضرتِ دہلی کو اردو کا صحیح مولد و منشا قرار دے دیں اور نواحِ دہلی کی بولیوں کو اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ——— جبکہ وہ خود بار بار اس بات کو دہراتے آئے ہیں کہ اردو (کھڑی بولی) مغربی ہندی سے نکلی ہے اور مغربی ہندی مدھیہ دیش کی خاص زبان ہے۔

آخیر میں ہم اپنی بات کو دہراتے ہوئے اس باب کو ختم کرتے ہیں کہ مغربی ہندی چونکہ مدھیہ دیش (مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی) کی خاص زبان ہے، اور جس کا ذکر بار بار آیا ہے، اس لیے ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اردو مدھیہ دیش کی زبان ہے۔ اور یہ مدھیہ دیش (مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی) میں ہی پیدا ہوئی اس لیے مغربی ہندی اس کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے ——— اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مدھیہ دیش اس کا صحیح مولد و منشا ——— اور مسعود صاحب کے نظریے سے بھی ہمارے اس دعوے کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب کی کتاب "مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو" کا جدید ایڈیشن [۱] ۱۹۸۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

"مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو" کا یہ ساتواں ایڈیشن ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۸ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا اس کے بعد چند سال کے وقفوں سے سرسید بکڈپو نے اس کے اچھے بُرے پانچ ایڈیشن اور شائع کیے جن میں صرف تیسرے ایڈیشن (۱۹۵۸ء) میں تبدیلیاں اور اضافے کیے گئے تھے۔ اب اس ساتویں ایڈیشن میں نہ صرف پچھلے اٹھائیس سال کی نئی معلومات کی روشنی میں اضافہ و ترمیمات کی گئی ہیں بلکہ اس کا تیسرا باب از سرِ نو لکھا گیا ہے۔ ایک لحاظ سے یہی باب اس تحقیقی مقالے کی جان ہے۔ اس کے علاوہ اُردو کے ماخذ کے بارے میں تھوڑی سی نظریاتی ترمیم بھی کی گئی ہے اور امیر خسرو کی "نہ سپہر" میں دی ہوئی بارہ ہندوستانی زبانوں کی فہرست سے زبانِ دہلی و پیرامنش (دہلی اور اس کے نواح کی بولیاں) کو اُردو کا سرچشمہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح کھڑی بولی کے ساتھ ہریانوی بھی برابر کی حصے دار ہو گئی ہے۔" [۲]

---

[۱] انھوں نے ساتواں ایڈیشن لکھا ہے جبکہ اوپر نویں اشاعت لکھا گیا ہے۔

[۲] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، پیشِ لفظ (نویں اشاعت، ناشر: ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ)

Scanned by CamScanner

جدید ایڈیشن میں جو اہم ترمیمات کی گئی ہیں اُن میں سے دو یہ ہیں :

قدیم ایڈیشن	جدید ایڈیشن
قدیم اُردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے اس پر زنتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑے ہیں۔ (ص ۲۰۰)	قدیم اُردو کی تشکیل براہِ راست دوآبہ کی کھڑی اور جمنا پار کی ہریانوی کے زیرِ اثر ہوئی ہے۔ (ص ۲۳۶)
نواحِ دہلی کی بولیاں اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہیں اور حضرتِ دہلی اس کا صحیح مولد و منشا۔ (ص ۲۰۶)	" زبانِ دہلی و پیرامنش " اُردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے اور حضرتِ دہلی اس کا حقیقی مولد و منشا۔ (ص ۲۶۲)

جدید ایڈیشن سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

" اُردو کا سلسلہ کھڑی بولی کے توسط سے شورسینی اپ بھرنش سے ملتا ہے جو ۱۰۰۰ء کے قریب مدھیہ دیش (انبالہ تا الہ آباد اور دہرہ دون تا اجین) کا علاقہ سب سے مستند زبان تھی "[1]

چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم نے اُردو کے آغاز کا جو نظریہ اپنی اس تصنیف میں پیش کیا ہے کہ اُردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی تو اس کی تائید مسعود صاحب کے نئے نظریے سے بھی ہوتی ہے ۔

---

[1] " مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو " پروفیسر مسعود حسین خاں، ص ۷۱، (نویں اشاعت : ناشر : ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مولانا
محمود خاں شیرانی
کا
نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مسعود حسین خاں[1] لکھتے ہیں :

"ہند آریائی لسانیات میں اس عہد کا سب سے بڑا کارنامہ گریرسن کا عظیم الشان 'لسانیاتی جائزہ ہند' ہے۔ گریرسن نے سب سے پہلے بالتفصیل ان قیاس آرائیوں کا ازالہ کیا ہے جو ہماری زبان کے کیڈے سے متعلق بغیر سوچے سمجھے کی گئی تھیں اس نے ہند آریائی زبان کے تاریخی تسلسل کی نشاندہی کی اور جدید آریائی زبانوں کے باہمی رشتوں کو معلوم کرنے کی کوشش کی .....

..... گریرسن کی لسانی تحقیقات اردو زبان کے متعلق حرفِ آخر کا حکم نہیں رکھتیں۔ پروفیسر شیرانی جیسے بالغ نظر محقق نے یہ فوراً بھانپ لیا۔ شیرانی کو اپنے نقطۂ نظر کے لیے اشارہ خود گریرسن

---

[1] مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو (پیش لفظ) ص ۱۰ تا ۱۱۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کی تحریروں میں مل گیا ہے جس نے اردو کے "پنجابی پن" پر غیر معمولی زور دیا ہے۔ اس دور کا اردو میں لسانیاتی تحقیق کا سب سے بڑا کارنامہ پروفیسر شیرانی کی "پنجاب میں اردو" (۱۹۲۸ء) ہے جو ترتیب کے اعتبار سے مکمل سہی، تحقیق کے اعتبار سے گراں قدر تصنیف ہے . . . ؎

ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ پروفیسر شیرانی کی کتاب "پنجاب میں اردو" پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

" پروفیسر حافظ محمود شیرانی اسلامیہ کالج لاہور نے اپنی گراں قدر کتاب " پنجاب میں اردو " میں اردو اور پنجابی دونوں سے متعلق بعض نہایت اہم اور دلچسپ لسانی پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ ان کے اہم لسانی دلائل، جن کی بنا پر وہ اردو کو بہ نسبت برج بھاشا کے پنجابی سے زیادہ قریب اور مشترک قرار دیتے ہیں، دو قسم کے ہیں۔

پہلی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنجابی اور اردو دونوں ایک ہی اصول کے تحت لسانی اور نحوی ارتقا پاتے رہے ہیں۔ فاضل مصنف نے اس سلسلے میں کئی دلچسپ مثالیں اور حوالے پیش کیے ہیں۔ ان کی دوسری دلیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اردو میں چند اجزا ایسے ہیں جن کی توضیح صرف عہد حاضر کی پنجابی ہی کے مطالعے اور اس پر غور و خوض کرنے سے ہو سکتی ہے نیز یہ کہ چند عناصر ایسے ہیں جن کا حوالہ سوائے پنجابی کے کسی اور زبان میں نہیں مگر یہ خصوصیتیں زیادہ تر لفظی حیثیتوں اور صوتی تغیرات سے متعلق ہیں جو خصوصیتیں راہِ راست تعمیر زبان سے تعلق رکھتی ہیں۔ موجودہ اردو میں ان کا کوئی وجود نہیں وہ صرف قدیم دکنی کارناموں میں نظر آتی ہیں۔ پروفیسر شیرانی نے جو مواد پیش کیا ہے

؎ ہندستانی لسانیات - ص ۱۳ تا ۱۴ -

www.urduchannel.in

نہایت ہی مفید اور اردو کی تخلیق و آغاز سے متعلق مفید نتیجوں پر پہنچنے کے لیے کافی ممد و معاون ہو سکتا ہے ۔۔۔"[1]

پروفیسر شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں :۔

"اردو اور پنجابی ان تمام لسانی شباہتوں کے با وجود، جن کا ذکر مولانا محمود شیرانی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب میں کرتے ہیں، مزاج اور ساخت کے اعتبار سے مختلف زبانیں ہیں۔ ان میں اصلی اور نسلی امتیازات ہیں جو ان کے مختلف الاصل ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور صاف صاف چغلی کھاتے ہیں کہ یہ زبانیں ایک گھرانے کی نہیں دو گھرانوں کی ہیں۔ ایک نسل کی نہیں دو نسل کی ہیں۔"

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنے ایک مضمون میں اردو کے آغاز کے متعلق پیش کیے گئے نظریوں کا جائزہ لیا ہے۔ میرامن، آزاد، نصیرالدین ہاشمی کے نظریوں کا ذکر کرنے کے بعد شیرانی کے نظریے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :[2]

"محمود شیرانی کا نظریہ زیادہ قابلِ غور ہے۔ انھوں نے 'پنجاب میں اردو' کے 'عرضِ حال' میں لکھ دیا ہے کہ ان سے پہلے شیر علی خاں سرخوش نے اپنے تذکرہ اعجاز سخن میں اردو کے آغاز کو سرزمینِ پنجاب سے منسوب کیا۔ کسی نے اس تذکرے کو دیکھنے کی زحمت نہ کی بجز ڈاکٹر عبدالغفار شکیل کے۔ انھوں نے خبر دی کہ

---

[1] داستانِ زبانِ اردو ــــــــ ص ۸۷۔
[2] ڈاکٹر گیان چند، اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق ص ۳۴۹ تا ۳۵۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جو نظریہ شیرانی سے منسوب ہے، دراصل اُن سے پہلے اعجاز علی سرخوش بیان کر چکے تھے .... شیرانی نے اس نظریہ کو مفصل اور مدلل پیش کر کے پایۂ اعتبار کیا۔ اُن کی بیش بہا تصنیف "پنجاب میں اُردو" کے دیباچے میں ان کے نظریے کا خلاصہ ملتا ہے ..."

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ پروفیسر شیرانی اردو کے آغاز کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ[1]:۔

"ہم اُردو کے آغاز کو شاہجہاں یا اکبر کے دربار اور لشکرگاہوں کے ساتھ وابستہ کرنے کے عادی ہیں لیکن یہ زبان اس زمانے سے بہت زیادہ قدیم ہے بلکہ میرے خیال میں اس کا وجود انہی ایام سے ماننا ہوگا جب سے مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں ..."

اُردو کے آغاز کے متعلق میر امن، سرسید، امام بخش صہبائی، محمد حسین آزاد وغیرہ کی آرا نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:[2]

"یہ بیانات جو ہمارے تذکرہ نگار ایک دوسرے سے نقل کرتے آئے ہیں حقیقت سے بہت دُور ہیں ہمیں ان کو صرف بزرگوں کے تبرک کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے ورنہ کیا اکبر اور شاہجہاں سے پہلے دلی نہ تھی یا ہندو مسلمان نہ تھے یا لوگ سودا سلف نہیں لیتے تھے یا مختلف قومیں ایک ساتھ رہ سہہ کر کاروبار کرنا نہیں جانتی تھیں پھر اکبر یا شاہجہاں کے عہد کے ساتھ کیا خصوصیت ہے کہ اردو کی بنیاد رکھی جائے ....

---

[1] حافظ محمود خاں شیرانی - پنجاب میں اُردو - ص ، ۱ -

[2] پنجاب میں اُردو - ——— ص ۵۳ تا ۵۴ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اصل یہ ہے کہ اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنی شروع ہوگئی ہے جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر توطن اختیار کرلیا ہے۔"

پروفیسر شیرانی کی مذکورہ رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں[1]:

"مسلمان اہلِ علم نے اردو کا سنگِ بنیاد دہلی میں رکھ کر اس کا نشو ونما غوریوں کے عہد میں دکھایا اور شاہجہاں کے عہد میں پروان چڑھایا۔۔۔ مولانا شیرانی پنجاب کو اس کا مولد بتاتے ہیں اور غزنویوں کے عہد میں اسے پھولتا پھلتا دکھاتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ مولانا شیرانی عام مسلمان اہلِ علم کے خلاف اردو کی قدامت کے قائل ہیں وہ اس کے آغاز کو مغلوں یا خلجیوں سے پیچھے ہٹا کر غزنویوں کے عہد تک لے گئے۔۔۔"

پروفیسر شیرانی اردو کے آغاز کے متعلق مزید لکھتے ہیں[2]:-

"کہا جاتا ہے کہ مغربی ہندی جس کی برج بھاشا، ہریانی۔۔۔ راجستھانی، پنجابی اور اردو شاخیں ہیں قدیم پراکرت سورسینی (شورسینی) کی یادگار ہے۔

لیکن جس زبان سے اردو ارتقا پاتی ہے وہ نہ برج ہے نہ ہریانی اور نہ قنوجی ہے وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔ ہمیں بہ تحقیق معلوم نہیں کہ جب مسلمان دہلی میں آباد ہوئے اس وقت اس علاقہ میں کیا زبان بولی جاتی تھی۔ آج دیکھا

---

[1] داستانِ زبانِ اردو، ص ۴۵۔

[2] پنجاب میں اردو ص ۱۸ تا ۱۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جاتا ہے کہ دہلی کے قریب ہی تین زبانوں یعنی ہریانوی، برج اور راجستھانی کا سنگم ہوتا ہے اور گریرسن نے تو صاف دہلی کو ہریانوی زبان کے علاقے میں شامل کر دیا ہے مگر راقم کی رائے میں ہریانوی کوئی علیحدہ زبان کہلانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ وہ پرانی اردو ہے یعنی وہی اردو ہے جو گیارہویں صدی ہجری میں خود دہلی میں بھی بولی جاتی ہے۔ اس میں اور اردو میں بہت کم فرق ہے اگر ہم اس کو اردو نہ مانیں تو اردو کی شاخ ماننے میں تو ہمیں عذر نہیں ہونا چاہیے۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ زبان اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنتی ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت کون سی زبان بولی جاتی تھی؟ یا وہ راجستھانی ہوگی یا برج! .....

.....

اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں گے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں :-

① مغربی ہندی جس کی برج بھاشا، ہریانی، راجستھانی، پنجابی اور اردو شاخیں ہیں قدیم پراکرت سورا سینی کی یادگار ہے۔

② جس زبان سے اردو ارتقا پاتی ہے وہ نہ برج ہے نہ ہریانی اور نہ قنوجی ہے وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔

③ ہریانوی کوئی علیحدہ زبان کہلانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ وہ پرانی اردو ہے یعنی وہی اردو ہے جو گیارہویں صدی ہجری میں خود دہلی میں بھی بولی جاتی تھی، اگر اس کو اردو نہ مانیں تو اردو کی شاخ ماننے میں نہ تو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہمیں عذر نہیں ہونا چاہیے۔

(۴) یہ زبان اسلامی دَور میں دہلی کے اثرات میں بنتی ہے۔

(۵) دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت راجستھانی بولی جاتی تھی یا برج ؟

(۶) اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کرکے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔

مذکورہ بالا پہلی بات کے متعلق عرض کرنا ہے کہ مغربی ہندی کی شاخیں برج بھاشا ہریانی، بندیلی، قنوجی اور کھڑی بولی ہیں۔ نیز یہ کہ مغربی ہندی شورسینی اپ بھرنش کی جانشین ہے اور شورسینی اپ بھرنش، شورسینی پراکرت کی۔ راجستھانی اور پنجابی مغربی ہندی کی شاخیں نہیں ہیں البتہ یہ دونوں شورسینی اپ بھرنش کی شاخیں ہیں کیونکہ شورسینی اپ بھرنش سے ہی مغربی ہندی، راجستھانی پنجابی (مشرقی) وغیرہ زبانیں وجود میں آئیں۔

دوسری بات یہ تو درست ہے کہ جس زبان سے اُردو ارتقا پاتی ہے وہ نہ برج ہے نہ ہریانی اور نہ قنوجی، مگر یہ درست نہیں ہے کہ اردو جس زبان سے ارتقا پاتی ہے وہ صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔ خود ان کے اس بیان میں تضاد ہے جیسا کہ پوائنٹ نمبر ۶ سے ظاہر ہے یعنی اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کرکے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ اردو جس زبان سے ارتقا پاتی ہے وہ زبان شورسینی اپ بھرنش کی جانشین مغربی ہندی ہے جو پورے مدھیہ دیش کی زبان تھی اور جیسا کہ پہلے باب میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدھیہ دیش میں بالائی دو آبۂ گنگا بھی شامل ہے جو میرٹھ کے گرد و نواح میں واقع ہے اور مشرقی پنجاب بھی چنانچہ یہ کہنے سے کہ اردو

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی، شیرانی کے بیانات کا تضاد بھی ختم ہوجاتا ہے اور بات بھی واضح ہوجاتی ہے۔ نیز ہمارے اس نظریے کی تصدیق بھی ہوجاتی ہے کہ اردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی۔

تیسری بات یہ کہ جہاں تک ہریانی کا تعلق ہے تو ہم پچھلے باب میں مختلف شواہد اور حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہریانی اور نواح دہلی کی دوسری بولیاں برج، کھڑی وغیرہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں اس لیے اس وقت تک نہ تو ہریانی کا مکمل ارتقا ہوا تھا اور نہ ہی اردو کا تو پھر ہریانی کو اردو کی شاخ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر شیرانی نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت کون سی زبان بولی جاتی تھی؟ اس کا جواب بھی انھوں نے خود ہی دے دیا ہے کہ وہ راجستھانی ہوگی یا برج؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی ان کو غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ نہ تو وہ راجستھانی ہے اور نہ ہی برج ——— بلکہ بقول پروفیسر مسعود حسین خاں[۱]:

"اس عہد کی قدیم اپ بھرنش کی روآیا میں جکڑی ہوئی زبان ہے"

پروفیسر مسعود حسین خاں مزید لکھتے ہیں[۲]:

"اپنے نظریے کی تائید میں شاید شیرانی کی سب سے کمزور دلیل یہی ہے کہ پنجابی مسلمانوں کی آمد سے قبل کے دوآبہ کے بالائی حصص کی زبان برج بھاشا تھی، حالانکہ اس وقت تک برج کا ارتقا بھی پورے طور

۱؎ مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۱۳۴۔

۲؎ ایضاً ص ۱۳۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پر نہ ہو سکا تھا۔ اس کے ثبوت میں وہ فتح دہلی کے ساڑھے تین سو برس بعد کے دو مصنفوں (شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور مخدوم بہاءالدین) کی تحریروں کا حوالہ دیتے ہیں۔"

اب رہی یہ بات کہ یہ زبان اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنتی ہے اور یہ کہ اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔ ان باتوں کے متعلق ڈاکٹر شوکت سبزواری رقمطراز ہیں[۲]:

"اگر اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنی تو وہ بارہویں صدی عیسوی سے پہلے پنجاب میں کہاں پہنچ گئی اور اگر پنجاب سے ہجرت کر کے جاتی ہے تو وہ اردو نہیں پنجابی ہے۔ . . ."

یہاں ہمیں پھر یہ کہنا پڑے گا کہ مسلمان شورسینی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل مغربی ہندی بولتے ہوئے پنجاب سے دہلی گئے جس میں سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج تو پھوٹنا شروع ہو گئے تھے مگر ان کی نمایاں شکلیں سامنے نہیں آئی تھیں جو دہلی میں مسلمانوں کے اچھی طرح متمکن ہو جانے کے بعد ظہور پذیر ہوئیں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنی کتاب مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو میں پروفیسر شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے[۳]:-

---

۲ داستانِ زبانِ اردو، ص ۴۶۔

۳ کتاب مذکورہ، ص ۲۳۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"پروفیسر شیرانی نے اپنی تصنیف 'پنجاب میں اردو' میں بعض تاریخی مفروضات کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کھڑی اور ہریانی پنجابی مسلمانوں کے داخلہ' دہلی کے بعد ظہور پذیر ہوئی ہیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس سلسلے میں خود پروفیسر مسعود حسین خاں کی کتاب مذکورہ میں متضاد بیانات ملتے ہیں اور گزشتہ باب میں خود انہیں کے اقتباسات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا چکا ہے۔ ہریانی اور کھڑی بولی مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد کا ارتقا ہیں اور صرف ہریانی اور کھڑی ہی نہیں بلکہ برج بھی بعد میں ظہور پذیر ہوئی۔

پروفیسر شیرانی کی کتاب[1] سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں :-

"چوتھی صدی کے اواخر سے محمودی حملوں کا آغاز ہوتا ہے اور تمام پنجاب آل ناصر کے زیر اقتدار آ جاتا ہے۔ آل غزنہ کی حکومت تقریباً ایک سو ستر سال تک رہتی ہے۔

اگر آل غزنہ سے پیشتر مسلمانوں کو کسی ہندی زبان کے اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تو اس عہد میں جو خاصہ دراز ہے وہ پنجاب میں کوئی نہ کوئی زبان سرکاری، تجارتی و معاشرتی اغراض سے اختیار کر لیتے ہیں جن کو غوریوں کے عہد میں جب دار السلطنت لاہور سے دہلی جاتا ہے، اسلامی فوجیں اور دوسرے پیشہ ور اپنے ساتھ دہلی لے جاتے ہیں۔

دہلی میں یہ زبان برج اور دوسری زبانوں کے دن رات کے باہمی تعلقات کی بنا پر وقتاً فوقتاً ترمیم قبول کرتی رہتی ہے اور رفتہ رفتہ اردو کی شکل اختیار کر لیتی ہے . . ."

---

[1] پنجاب میں اردو۔ ص ۱۲ تا ۲۲۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مندرجہ بالا اقتباس کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتی ہوں کہ مسلمان پنجاب میں جو زبان اختیار کرتے ہیں اور جس کو اسلامی فوجیں اور دوسرے پیشہ ور اپنے ساتھ دہلی لے جاتے ہیں وہ شورسینی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل مغربی ہندی ہے جس میں سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹنا شروع ہو گئے تھے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس وقت تک برج بھاشا کا کوئی واضح روپ متعین نہیں ہوا تھا اس لیے یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ برج کے اثرات سے ترمیم ہوئی ہاں یہ کہنا درست ہے کہ اردو کی نمایاں شکل دہلی جا کر ہی سامنے آئی۔

پروفیسر مسعود حسین خاں رقمطراز ہیں:[1]

"پنجاب پر غوریوں کے حملے ۱۱۶۸ء سے شروع ہو جاتے ہیں ۱۱۹۳ء میں بالآخر محمد غوری دہلی کے آخری ہندو سمراٹ پرتھوی راج کو شکستِ فاش دینے کے بعد دہلی اور اجمیر پر قابض ہو جاتا ہے۔ دہلی اس کے بعد ہندوستان کا دارالسلطنت قرار پاتا ہے۔ پروفیسر شیرانی نے لاہور سے دہلی کو پایۂ تخت کے اس انتقال پر بہت زور دیا ہے حالانکہ یہ محمد تغلق کے انتقالِ پایۂ تخت کی طرح نہ تھا جس نے دہلی اور اس کے اطراف کی بیشتر آبادی کو یک لخت گرمِ سفر ہو جانے کا حکم دیا تھا۔ لاہور اس کے بعد بھی پنجاب کے صوبہ کا صدر مقام رہا۔ اس لیے دہلی بسنے کے یہ معنی نہ تھے کہ لاہور اجاڑ دیا گیا تھا۔ تاریخ سے اس کی شہادت نہیں ملتی کہ لاہور کی آبادی نے کبھی بھی بڑے پیمانے پر دہلی کو ہجرت کی ہو۔۔۔"

مسعود صاحب کا یہ کہنا بالکل درست کہ لاہور سے دہلی کو پایۂ تخت کا انتقال محمد تغلق کے انتقالِ پایۂ تخت کی طرح نہ تھا اور یہ بھی درست کہ دہلی بسنے کے یہ معنی نہ تھے کہ لاہور اُجاڑ دیا گیا تھا مگر شیرانی کے مندرجہ ذیل

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۱۳۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بیانات بھی حقیقت پر مبنی نظر آتے ہیں[1] :

"خطۂ پنجاب کے باشندے اپنی قد و قامت اور طبعی جرات کی بنا پر فوجی خدمات کے لیے بہت موزوں اور مناسب ہیں اس لیے سلطان محمود نے جو فوج ہندوؤں سے انتخاب کی وہ تمام پنجابی تھی۔ اس کے جانشین بھی پنجابی فوجیں رکھتے تھے جب دہلی کی طرف مراجعت ہوئی ہے تو ایک بڑی تعداد پنجابیوں کی بھی تھی . . . . . .

. . . . . .

جب معز الدین اور اس کے والی قطب الدین ایبک نے چند سال کے عرصے میں اجمیر، ہانسی، سرسستی، کہرام، میرٹھ، دہلی، بدایوں، قنوج، بنارس مہروالا تھنیکر، گوالیر، کالنجر اودھ اور مالوہ فتح کر لیے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نئے علاقے کے انتظام کے لیے ان کو کس قدر آدمی درکار ہوئے ہوں گے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر شہر میں ان کو اپنی چھاؤنی رکھنی پڑی ہوگی۔ چاروں طرف طاقتور ہندو راجہ موجود تھے جن کو قدرتاً مسلمانوں سے عداوت تھی۔ اس لیے ہمیں ماننا پڑے گا کہ ان ایام میں شمال سے لوگ بڑی تعداد میں ہجرت کر کے ہندوستان کی طرف چلے گئے ہیں اور ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ لاہور چونکہ پرانا دارالسلطنت تھا اس لیے ضروری ہوا کہ یہاں کے لوگ تبدیلیٔ دارالسلطنت کے وقت بہ تقریب ملازمت و تجارت و دیگر خدمات زیادہ تعداد میں جائیں۔

قطب الدین ایبک کے ساتھ جو لوگ ہجرت کر کے دہلی آ گئے ہیں اگرچہ یوں تو ان میں مختلف اقوام شامل تھیں مثلاً ترک (جو بڑے عہدوں پر ممتاز تھے) خراسانی جو مناسب دیوانی پر سرفراز تھے۔ خلج، افغان اور پنجابی لیکن ان میں زیادہ تعداد مؤخر الذکر کی تھی جو فوجی اور دیوانی

---

[1] پنجاب میں اردو، ص ۶۸ تا ۷۰

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

خدمات کے علاوہ زندگی کے اور شعبوں پر بھی متصرف تھے۔ اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے کہ سندھ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے اختلاط سے اگر کوئی نئی زبان نہیں بنی تو غزنوی دور میں جو ایک سو ستر سال پر حاوی ہے ایسی مخلوط یا بین الاقوامی زبان ظہور پذیر ہو سکتی ہے — اردو چونکہ پنجاب میں بنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ یا تو موجودہ پنجابی کے مماثل ہو یا اس کی قریبی رشتے دار ہو۔ بہرحال قطب الدین کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں اور ساتھ ہی ہندو اقوام بھی اس کو سمجھ سکیں اور جس کو قیام پنجاب کے زمانے میں وہ بولتے رہے۔"

سرزمین پنجاب کے لسانی اثرات کو پروفیسر مسعود حسین خاں بھی ماننے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں[1]:

"بازار اور لشکر میں نہ تو ترکی، فارسی کو دخل حاصل تھا اور نہ برج بھاشا کو۔ سلاطینِ دہلی کے ابتدائی عہد میں چونکہ فوج میں پنجابیوں کی کثیر تعداد تھی اس لیے سرزمینِ پنجاب کے لسانی اثرات حاوی تھے . . ."

ایک اور اقتباس[2]:

"اردو کی تہہ میں جو بنیادی بولی ہے اس کا تعلق تو نواحِ دہلی ہی سے ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ سلاطینِ دہلی کے عہد میں اس پر پنجاب کی زبان کا گہرا اثر رہا ہے . . . . . راجپوتوں کی دلی، ڈلی یا اپ

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۱۴۴۔
[2] ایضاً ص ۱۴۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اپ بھرنش ادبیات کی" ڈھلی" ہریانہ کے علاقے میں تھی "

یہ بھی حقیقت ہے کہ ابتدائی سلاطینِ دہلی کے عہد میں دہلی کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی سے زیادہ نہیں تھی اور اس کا اعتراف مسعود صاحب نے بھی کیا ہے لیکن مسعود صاحب نے کہیں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے وقت جو لوگ (خواہ ان کی تعداد کچھ بھی رہی ہو) پنجاب سے مسلم حکمرانوں کے ساتھ دہلی گئے وہ کون سی زبان بولتے ہوئے گئے؟ —— دوسری بات یہ کہ خود ان کے کہنے کے مطابق چونکہ فوج میں پنجابیوں کی کثیر تعداد تھی اس لیے سرزمینِ پنجاب کے لسانی اثرات حاوی تھے —— تیسری بات یہ کہ ابتدائی سلاطینِ دہلی کے عہد میں دہلی کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی سے زیادہ نہیں تھی اور جو ہریانہ کے علاقے میں تھی تو پھر وہ کون سے حالات تھے جن کی بنا پر مسلم حکمرانوں کا قافلہ اس بات پر مجبور ہوا کہ وہ اپنی زبان چھوڑ کر دہلی کی زبان اختیار کرے۔ یہاں شاید مسعود صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ وہ مغربی ہندی اور اس کی بولیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہہ چکے ہیں کہ :[1]

" مغربی ہندی کے حدود تقریباً وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں یہ مغرب میں سرہند سے لے کر مشرق میں الٰہ آباد تک اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں وندھیا چل اور بندیل کھنڈ تک بولی جاتی ہے ..... مغربی ہندی کا یہ نام مدھیہ دیش کی زبان کو گریرسن نے دیا ہے .... مغربی ہندی مدھیہ دیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی بہترین نمائندہ ہے کیونکہ اسی علاقے میں سنسکرت، شورسینی پراکرت اور شورسینی اپ بھرنش پروان چڑھتی ہیں جن کی سچی جانشیں اس علاقے کی جدید بولیاں (کھڑی بولی، ہندوستانی، برج بھاشا، ہریانی وغیرہ) ہیں۔ جن کے

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۸۰ تا ۸۱

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مجموعہ کو گریرسن مغربی ہندی کا جدید نام دیتا ہے۔

لسانیاتی اعتبار سے مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو اس عہد کی بولیوں میں واحد اور ممتاز ادبی حیثیت کی مالک تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے قبل اپ بھرنش کے باب میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ یہ اپ بھرنش راجپوتی عہد میں مسلمہ طور سے لاہور سے لے کر بنگال تک ادبی حیثیت سے رائج تھی ۔ ۔ ۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مغربی ہندی کے حدود وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں اور مغربی ہندی مدھیہ دیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی بہترین نمائندہ ہے اور کھڑی بولی ہندستانی، برج بھاشا، ہریانی وغیرہ مغربی ہندی سے نکلی ہوئی جدید بولیاں ہیں نیز یہ کہ مغربی ہندی کا تعلق لسانیاتی اعتبار سے شورسینی اپ بھرنش سے ہے جو راجپوتی عہد میں مسلمہ طور سے لاہور سے لے کر بنگال تک ادبی حیثیت سے رائج تھی تو پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ اردو کی تہہ میں جو بنیادی بولی ہے اس کا تعلق تو نواحِ دہلی ہی سے ہے۔ آخر کیوں؟ —— کیا یہ زبردستی نہیں؟ —— جب اردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے اور کھڑی بولی مغربی ہندی سے نکلی ہے اور مغربی ہندی مدھیہ دیش کی زبان ہے تو اردو مدھیہ دیش کی زبان ہوئی کہ نہیں تو پھر اس کو جبراً نواحِ دہلی کی بولی سے پیدا شدہ بتانا یقیناً غلط ہے بلکہ اس سارے مواد کی تردید ہے جو انھوں نے خود اپنی کتاب میں شروع کے تین ابواب میں پیش کیا ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو ان کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کی جا چکی ہے۔

آمدم برسرِ مطلب! جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں بات درحقیقت یہ ہے کہ مسلمان فاتحین جب پنجاب سے دہلی گئے تو ان کے فوجی اور دیگر متوسلین جو زبان بولتے ہوئے گئے وہ کوئی ایسی زبان تھی شورسینی اپ بھرنش اور اس کی جانشین مغربی ہندی تھی جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکتی تھیں اور ساتھ ہی ہندو اقوام بھی اس کو سمجھ سکتی تھیں اور جس کو قیام پنجاب کے زمانے میں وہ بولتے رہے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شورسینی اپ بھرنش اور اس

www.urduchannel.in

کی عوامی شکل مغربی ہندی صرف پنجاب ہی کی زبان نہیں تھی بلکہ یہ پورے مدھیہ دیش (جس میں مشرقی پنجاب اور بالائی دوآبہ گنگا بھی شامل ہے) کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پورے شمالی ہند میں بھی لنگوا فرینکا کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں پروفیسر مسعود حسین خاں کا ایک اقتباس پیش کرنا ضروری ہے جس سے ہماری بات کی تائید ہوتی ہے انھوں نے لکھا ہے :[1]

"شورسینی اپ بھرنش اس وقت شمالی ہند کی لنگوا فرینکا کی حیثیت رکھتی تھی جو گجرات و مغربی پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی . . ."

آئیے اب پروفیسر مسعود حسین خاں کی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے پروفیسر شیرانی کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے سپرد قلم کیا ہے فرماتے ہیں[2] :

"پروفیسر شیرانی نے پنجاب میں اردو لکھتے وقت اس لسانی حقیقت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے ـــــ کہ راجستھانی اور گجراتی کی طرح پنجابی کا تعلق بھی کسی زمانے میں زبانوں کی بیرونی شاخ سے تھا جس کے اثرات کی نشاندہی آج بھی کی جا سکتی ہے بعد کو (شاید شورسینی اپ بھرنش کے عہدِ عروج میں) اس پر اندرونی زبان (مدھیہ دیش کی زبان جس کی نمائندہ بولیاں برج اور کھڑی ہیں) کا اس قدر گہرا اثر پڑا کہ اس کی صورت بدل گئی۔"

مذکورہ بالا اعتراض کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جدید ہند آریائی زبانوں کی تقسیم کے سلسلے میں انھوں نے گریرسن کی اندرونی اور بیرونی تقسیم کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :-

---

[1] پروفیسر مسعود حسین خاں، مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو، ص ۴۹۔

[2] ایضاً ص ۲۳۴ تا ۲۳۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"چنانچہ ہمیں یہاں گریرسن سے اختلاف کرتے ہوئے چٹرجی کی اس رائے سے متفق ہونا پڑتا ہے کہ اندرونی، بیرونی زبانوں کی یہ تقسیم لسانی اعتبار سے اتنی ہی مہمل ہے جتنی کہ تاریخی استدلال سے ۔۔۔"[1]

ایک اور جگہ بی مزمدار کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے :[2]

"بی مزمدار کا خیال ہے کہ گریرسن ہندوستان کی قدیم زبانوں سے کما حقہٗ واقف نہ تھا اس کے لسانیاتی فیصلے قولِ فیصل کا حکم نہیں رکھتے ۔"

مسعود صاحب کی یہ بات اپنی جگہ درست کہ گریرسن کے لسانیاتی فیصلے قولِ فیصل کا حکم نہیں رکھتے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسعود صاحب گریرسن کی اندرونی اور بیرونی زبانوں کی تقسیم کو مہمل بھی سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ اس کی تائید بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ آخر ایسا کیوں ؟ ——— اور اگر گریرسن کی اندرونی اور بیرونی زبانوں کی تقسیم ہی مہمل ہے تو پھر مسعود صاحب نے جو اعتراض شیرانی پر کیا ہے وہ بھی مہمل ہے مسعود صاحب نے ڈاکٹر چٹرجی کے لسانی نقشے میں تھوڑی سی ترمیم کرنے کے بعد ہندستان کی جدید زبانوں کی گروہ بندی جس طرح کی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مغربی ہندی مدھیہ دیش کی خاص زبان ہے اور پنجابی مدھیہ دیش کی زبان سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبان ۔ اس لیے ان دونوں میں بہت سی مشترکہ خصوصیات کا پایا جانا لازمی ہے جس کا اعتراف خود مسعود صاحب بھی کرنے پر مجبور ہیں :

"قدیم دکنی اور پنجابی کے مذکورہ بنیادی اختلافات کے باوجود پروفیسر شیرانی کے اس دعویٰ میں کافی حد تک صداقت ملتی ہے کہ قدیم دکنی پنجابی

---

[1] پروفیسر مسعود حسین خاں، کتاب مذکورہ، ص ۶۵

[2] ایضاً ص ۶۲

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے مماثل ہے۔"[۱]

اب ڈاکٹر شوکت سبزواری کے تین بیانات ملاحظہ فرمائیے :-

نمبر ایک : —— " یہ عجیب بات ہے کہ اُردو کی ابتدا کے بارے میں اُردو میں دو نظریے بلند آہنگی کے ساتھ پیش ہوئے اور دونوں پنجاب سے، مولانا آزاد نے فرمایا، اردو برج سے نکلی - اس کے مقابلے میں مولانا شیرانی کی آواز آئی، اُردو پنجابی کی بیٹی ہے۔"[۲]

نمبر دو : —— " اب میرے نظریے کو لیجیے کہ اُردو پنجابی سے ماخوذ ہے ...... مولانا شیرانی مرحوم کی قابلِ قدر کتاب " پنجاب میں اردو" کی اشاعت کے بعد سے یہ نظریہ زیادہ زور پکڑ گیا ہے۔"[۳]

نمبر تین : —— " اُردو اصلاً پنجابی ہے اس کا بڑا اور اہم سرمایہ پنجابی سے لیا گیا۔ یہ مولانا حافظ محمود خاں شیرانی کا نظریہ ہے انھوں نے سب سے پہلے پنجابی اور اردو کی نسلی شباہتیں دکھا کر یہ نتیجہ نکالا کہ اُردو پنجابی سے ترقی پاکر وجود میں آئی۔"[۴]

ڈاکٹر شوکت سبزواری کے مندرجہ بالا بیانات پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ شیرانی نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ اُردو پنجابی کی بیٹی ہے اور نہ ہی یہ کہا کہ اردو

---

[۱] مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو، ص ۲۶۸ -
[۲] داستانِ زبانِ اردو، ص ۶۴ -
[۳] " " ص ۷۸ -
[۴] " " ص ۷۵ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پنجابی سے ماخوذ ہے۔ شیرانی نے اردو اور پنجابی کی مشترکہ خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے[1]:

"اردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے اور جب سیانی ہو گئی ہیں تب ان میں جدائی واقع ہوئی ہے۔"

آخر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ پروفیسر شیرانی نے اردو کے آغاز کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے اہم نکات یہ ہیں:-

(۱) اس کا وجود انھیں ایام سے ماننا ہوگا جب سے مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔

(۲) جس زبان سے اردو ارتقا پاتی ہے وہ نہ برج ہے نہ ہریانی اور نہ قنوجی ہے۔ وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔

(۳) یہ زبان اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنتی ہے۔

(۴) دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت راجستھانی بولی جاتی تھی یا برج۔

(۵) اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔

(۶) اردو چونکہ پنجاب میں بنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ یا تو

---

[1] پنجاب میں اردو، ص ۹۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پنجابی کے مماثل ہو یا اس کی قریبی رشتے دار ہو۔

⑦ قطب الدین کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں اور ساتھ ہی ہندو اقدام بھی اس کو سمجھ سکیں اور جس کو قیامِ پنجاب کے زمانے میں وہ بولتے رہے۔

⑧ اُردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے۔ دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے اور جب سیانی ہو گئی ہیں تب ان میں جدائی واقع ہوئی ہے۔

ان متضاد بیانات پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔ اس سب کو یہاں دہرانا ضروری نہیں البتہ مختصر طور پر اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ اردو جس زبان سے ارتقا پاتی ہے وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ یہ زبان اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنتی ہے۔ تیسری جگہ کہتے ہیں کہ اردو پنجاب میں بنی اور وہاں سے مسلمانوں کے ساتھ دہلی گئی۔ ان بیانات سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ ان کا ذہن اس سلسلے میں واضح نہیں۔ اسی لیے متضاد باتیں ایک ساتھ کہہ رہے ہیں تو آیئے اب کوئی ایسا حل تلاش کرتے ہیں جس سے یہ تمام تضادات خود بخود ختم ہو جائیں۔ ہم نے اپنی اس تصنیف کے پہلے باب میں مختلف ماہرین لسانیات کے بیانات کی مدد سے یہ طے کیا ہے کہ اردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی اور مدھیہ دیش کی حدبندی شمال میں ہمالیہ، جنوب میں وندھیاچل، مغرب میں سرسوتی (پنجاب) سے لے کر مشرق میں الہ آباد اور روہیلکھنڈ (یوپی) تک کی گئی ہے۔ اس میں بالائی دوآبہ گنگا اور مشرقی پنجاب بھی شامل ہے۔ بالائی دوآبہ گنگا میرٹھ کے گرد و نواح میں واقع ہے۔ چنانچہ ہمارے یہ کہنے سے کہ اردو مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی شیرانی کے نظریے کا تضاد خود بخود ختم ہو جاتا ہے ——— بات دراصل یہ ہے جیسا کہ ہم مسعود حسین

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

صاحب اور چٹرجی وغیرہ کے بیانات کی روشنی میں پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک کے عرصے میں مغربی ہندی سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج تو پھوٹ چکے تھے مگر ان کی واضح شکلیں متعین نہیں ہوئی تھیں۔ شیرانی نے بھی کہا ہے کہ پنجابی اور اردو دونوں کی ولادت گاہ ایک مقام ہے اور سیانی ہونے پر دونوں الگ ہوئی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ مغربی ہندی شورسینی اپ بھرنش کی سچی جانشین تھی۔ یہ نہ صرف مدھیہ دیش کی زبان تھی بلکہ پورے شمالی ہند کی بھی زبان تھی مغربی ہندی اپنے آخری دور میں یعنی ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک کے زمانے میں پانچ بولیوں میں بٹ جاتی ہے۔ ابھی یہ پانچوں بولیاں اپنی بالکل ابتدائی حالت میں تھیں کہ پایۂ تخت لاہور سے دہلی منتقل ہوگیا۔ یہ یاد رہے کہ مغربی ہندی عوام کی زبان تھی خواص نے اس کو منہ نہیں لگایا تھا — مشرقی پنجاب کے عوام اسی زبان کو بولتے ہوئے دہلی گئے۔ دہلی میں بھی یہی زبان علاقائی فرق کے ساتھ بولی جا رہی تھی۔ اگر یہ واقعہ پیش نہ بھی آتا تو بھی مغربی ہندی سے نکلنے والی پانچوں بولیاں اپنا اپنا روپ واضح اور متعین کرتیں اور بچپن کا دور گزار کر عہد شباب میں داخل ہوتیں یا بہ الفاظ دیگر ترقی کے منازل طے کرتیں لیکن کچھ اور وقت لگتا۔ یہ بات بھی کئی بار کہی گئی ہے اور آئندہ بھی اس کا ذکر تفصیل سے آئے گا کہ اردو کے آغاز کا تعلق مسلمانوں کی آمد سے نہیں ہے۔ اگر مسلمان ہندوستان میں نہ بھی آتے تو جدید ہند آریائی زبانیں عالم وجود میں آتیں اسی طرح اگر پایۂ تخت لاہور سے دہلی نہ بھی منتقل ہوتا تو یہ زبانیں ترقی کرتیں لیکن ترقی کی رفتار سست ہوتی۔ دارالسلطنت کے انتقال کے سبب ان کی ترقی کی رفتار میں تیزی آئی۔ خاص طور پر کھڑی بولی (جو آگے چل کر اردو کہلائی) نے بڑی تیزی سے ترقی کے مراحل طے کیے۔

ڈاکٹر گیان چند نے اپنے ایک مضمون میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ:[1]

"اردو کے آغاز کی تلاش کھڑی بولی کے آغاز کی تلاش ہے یا کھڑی بولی کے اردو روپ کی؟"

---

[1] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۴۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

آگے چل کر اس کا جواب بھی خود ہی دے دیا ہے کہ[۲]:

"اردو کا آغاز کھڑی بولی یا ہندوستانی کے آغاز کے سوا کچھ نہیں۔"

انھوں نے اپنے اسی مضمون کے شروع میں ایک اور وضاحت بھی کی کہ[۳]:

"کسی زبان کا نام کرن (تسمیہ) اس کی عمر کا نشان گر نہیں ہوتا۔ زبان کا وجود قدیمی ہو سکتا ہے اور اس کا نام بہت بعد کا۔"

اسی مضمون کے آخر میں اردو کے آغاز کے سلسلے میں ایک بہت عمدہ بات کہہ دی جس سے مسئلے کا حل تلاش کرنے میں آسانی ہو جائے گی اور وہ یہ ہے کہ[۴]:

"اردو کے آغاز کو دو منزلوں میں ڈھونڈھنا چاہیے۔ اولاً کھڑی بولی کا آغاز۔ دوسرے کھڑی بولی میں عربی، فارسی لفظوں کا شمول جس کا نام اردو ہوتا ہے۔"

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کھڑی بولی کا آغاز مدھیہ دیش (جس میں پنجاب بھی شامل ہے) میں ہوا اور اس کا اردو روپ دہلی جا کر متعین ہوا اور ہمارے یہ کہنے سے شیرانی کا نظریہ مسترد نہیں ہوتا بلکہ اس کو اور تقویت پہنچتی ہے۔

آخر میں ہم اپنی بات دہراتے ہوئے اس باب کو ختم کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی اس تصنیف میں اردو کے آغاز سے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے کہ اردو ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک کے عرصے میں مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی اور مغربی ہندی سے پیدا ہوئی تو اس کی تائید شیرانی کے نظریے سے بھی ہوتی ہے۔

---

[۲] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۴۸۔

[۳] " " " " ص ۳۴۵ تا ۳۴۶۔

[۴] " " " " ص ۳۶۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر محی الدین قادری زور

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر حماد اللہ ندوی[1] کی رائے ہے: ——

"لسانیات کے جدید اصولوں سے اردو دانوں کو روشناس کرانے کا سہرا محی الدین قادری زور کے سر ہے۔ ان کی کتابیں ہندستانی لسانیات اور ہندستانی فونیٹکس آج بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور لسانیات کے طلبہ کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے[2]:

"ڈاکٹر زور، ماہر لسانیات، نقاد، محقق، مؤرخ، سوانح نگار، مرتب، مدیر، سبھی کچھ تھے . . . . ان کی ذاتِ ہزار شیوہ ایک ادارہ تھی جس نے بہت سے ادارے

---

[1] لکھنؤ کی لسانی خدمات، ——— ص ۱۳۳۔

[2] ڈاکٹر زور کی لسانی خدمات۔ مشمولہ لسانی مطالعے، ص ۳۶۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بنائے ۔ ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر زور لسانیات کی دنیا میں بڑی گھن گرج سے آئے۔ وہ نہ صرف اُردو میں بلکہ ہندستان کی جملہ زبانوں میں علم زبان کے قافلہ سالاروں میں سے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۹۲۹ء میں لندن سے پی ایچ ڈی کرنے کے بعد وہ ڈی لٹ کے لیے پیرس پہنچے اور پروفیسر جیولز بلاک کی رہنمائی میں گجراتی فارم آف ہندوستانی پر مقالہ لکھنا شروع کیا لیکن اسے پورا نہ کیا۔ اگر مرحوم لسانیات سے دلچسپی لیتے رہتے تو ملک کے بڑے ماہرینِ لسانیات میں شمار کیے جاتے ۔ ۔ "

اردو زبان کے آغاز و ارتقا پر بحث کرنے والوں میں ڈاکٹر زور کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے اُردو کے آغاز سے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور نیا نظریہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے نظریوں کا بھی جائزہ لیا۔ انھوں نے اپنے مضمون "اردو کی ابتدا" کا آغاز اس طرح کیا ہے: •

" اردو دُنیا کی ایک عجیب و غریب زبان ہے جو ہمیشہ غلط فہمیوں میں گھری رہی اور جس کو اپنوں اور بیگانوں نے اکثر و بیشتر نقصان پہنچانے ہی کی کوشش کی۔ اس کی شکل و صورت ہر دَور میں بہت سوں کو دھوکا دیتی رہی ہے اس طرح اس کے آغاز اور ارتقا کی نسبت بھی بڑے بڑے ادیب او محقق اکثر بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے ہیں اور بعض اب تک بھٹک رہے ہیں۔

بعض لوگ غلط فہمی یا مقامی تعصب کی وجہ سے اردو کو ہندی یا سندھی یا برج بھاشا یا کھڑی بولی کی بیٹی سمجھ لیتے ہیں اور دُوسروں کو بھی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ ایسی غلطی ہے کہ اس کو مان لینے کی وجہ سے ہر منزل پر نت نئی غلطیوں کو گوارا کر لینا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی بن کر بلند پایہ صاحبانِ فضل و کمال کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔ یہ غلطیاں اور غلط فہمیاں زیادہ تر یورپی محققین اور ماہرینِ لسانیات کی پیدا کردہ ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جرمن، فرانسیسی اور

• ڈاکٹر محی الدین قادری زور، اُردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اُردو لسانیات مرتبہ: ڈاکٹر فضل الحق ص ۴۳

www.urduchannel.in

انگریزی ماہرینِ لسانیات نے ہماری زبان سے متعلق قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کے احسان کے ہمیشہ معترف رہیں گے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اعتراف احسان کے ساتھ ساتھ ہم اُن کی غلطیوں کو بھی آنکھیں بند کرکے قبول کرلیں . . ."

انھوں نے بالکل درست لکھا ہے[1]:

" ہمارے ملک کی سیاسی وسماجی آزادی کے بعد سے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی ذہنی آزادی بھی حاصل کرلیں اور اپنی زبانوں اور ان کے ادب کے متعلق آزادانہ وصحت مندانہ رجحانات کو پیشِ نظر رکھ کر تحقیقات کریں۔ اور ایسے غلط نظریوں اور بے پا در ہوا خیالات کو چھان بین کے بعد علی الاعلان رد کردیں جن کو ہم اپنی کم علمی یا یورپ کے ماہرینِ لسانیات پر اعتماد یا ان کے بجا رعب کی وجہ سے صحیح مان لیا کرتے تھے اور مان رہے ہیں . . ."

مزید لکھتے ہیں[2]:

" یہ بات عجیب ہے کہ اُردو اور پنجابی کے اصل تعلق کی نسبت کسی یورپی ماہرلسانیات کا ذہن اب تک منتقل نہیں ہوا۔ اس کی طرف سب سے پہلے ہندوستانیوں ہی کی توجہ منعطف ہوئی اور ہندوستانی اہلِ قلم ہی نے اُردو اور پنجابی کے اس بنیادی تعلق کو سب سے پہلے بے نقاب کیا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب "پنجاب میں اُردو" میں اس خیال کو نہایت واضح انداز میں دلائل کے ساتھ پیش کیا تھا۔ اس کتاب کی اشاعت سے ایک سال قبل ہی راقم الحروف اُردو کے آغاز و ارتقا کے موضوع پر لندن یونیورسٹی میں لسانی تحقیقات میں معروف

---

[1] ایضاً - ص ۱۴۱ -

[2] ایضاً - ص ۱۴۱ تا ۱۴۲ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تھا۔ میرے مطالعے اور تلاش و جستجو میں بھی یہی حقیقت بے نقاب ہوئی تھی۔ فرق صرف آنا تھا کہ میں نے یہ واضح کیا کہ جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبہ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق پایا جاتا تھا۔ برج بھاشا، کھڑی بولی اور جدید پنجابی زبانیں بعد کو عالم وجود میں آئیں۔ چنانچہ میں نے اپنے مقالے میں اس نظریے کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ اس مقالے کی تکمیل کے بعد راقم الحروف نے صوتیاتی نقطۂ نظر سے اس کی مزید توثیق کی اور اس سلسلے میں جو علمی تحقیقات کی تھیں ان کو کتابی صورت میں "ہندوستانی فونیٹکس" کے نام سے ۱۹۳۰ء میں پیرس سے انگریزی زبان میں شائع کیا۔ بعد میں اس نظریے کی مزید وضاحت اور اہلِ اردو میں اشاعت کے لیے ایک اردو کتاب "ہندوستانی لسانیات" لکھی جو ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ غرض ۱۹۲۸ء کے بعد سے اہلِ اردو اور ماہرینِ لسانیات کے نقطۂ نظر میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور اردو کے سرزمینِ پنجاب میں پیدا ہونے اور نشو و نما حاصل کرنے کا نظریہ مستحکم اور مسلم الثبوت بن گیا . . . "

ڈاکٹر زور کے مذکورہ بالا طویل اقتباس سے اردو کے آغاز کے سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

(۱) اردو پنجاب میں بنی۔
(۲) جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبہ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق پایا جاتا تھا۔
(۳) برج بھاشا، کھڑی بولی اور جدید پنجابی زبانیں بعد کو عالم وجود میں آئیں۔

ان کی دوسری کتاب ہندستانی لسانیات سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے جس سے اردو کے آغاز و ارتقا پر روشنی پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں :

" اردو کا سنگ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چکا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے اس وقت تک ایک مستقل زبان کی حیثیت نہیں حاصل کی جب تک مسلمانوں نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنا لیا۔ اردو اس زبان سے مشتق ہے جو بالعموم "نئے ہند آریائی دور" میں اس حصۂ ملک میں بولی جاتی تھی جس کے ایک طرف عہدِ حاضر کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری طرف الٰہ آباد۔

اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارھویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔ مگر اس سے اتنا تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس زبان پر مبنی نہیں ہے جو اس وقت دہلی کے اطراف اور دوآبہ گنگ وجمن میں بولی جاتی تھی۔ کیونکہ نئے ہند آریائی دور کے آغاز کے وقت پنجاب کی اور دہلی کے نواح کی زبانوں میں بہت کم فرق تھا۔ ان کی اس وقت کے اختلافات ظاہر کرنے والی بہت کم خصوصیتوں کا اس وقت تک پتہ چلا ہے۔ یہ واقعہ دراصل بارھویں صدی عیسوی کے بعد کا ہے کہ موجودہ زبانوں نے ان اختلافات کی پرورش شروع کی، جو آج انھیں ایک دوسرے سے جدا ظاہر کرتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ کس ٹھیک ٹھیک وقت سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہونے لگا۔ یقین ہے کہ یہ فرق مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں وہ صرف ایک تدریجی تغیر ہوگا مگر آخر کار ان دونوں مقامات کی بولیوں کے درمیان ایک ایسا خلیج حائل ہوتا گیا کہ ایک پنجابی بن گئی اور دوسری کھڑی بولی۔ اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے۔ بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں پنجابی سے مشابہ ہے اور بعض میں کھڑی سے۔ لیکن مسلمانوں کے صدر مقام صدیوں تک دہلی اور آگرہ رہے ہیں اس لیے اردو زیادہ تر کھڑی بولی ہی سے متاثر ہوتی گئی۔

یہاں ایک اور بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ اردو پر بانگڑو یا ہریانی زبان کا بھی قابلِ لحاظ اثر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زبان دہلی کے شمال مغرب

---

[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندستانی لسانیات، ص ۹۴ تا ۹۶۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یں انبالہ کے اطراف اس علاقے میں بولی جاتی ہے جو پنجاب سے دہلی آتے ہوئے راستہ میں واقع ہے اور دہلی پر حملہ کرنے والوں یا دہاں کے حکمرانوں کے ہمراہ اسی علاقے کے رہنے والے کو بھیر و بنگاہ کی حیثیت سے دہلی اور اس کے نواح میں آکر آباد ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آرہی تھی اس میں ہریانی عنصر بھی شامل ہوتا گیا . . .''

مذکورہ بالا اقتباس سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) اردو کا سنگ بنیاد مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا۔

(۲) مسلمانوں کے دہلی کو پایۂ تخت بنالینے کے بعد ہی اس نے مستقل زبان کی حیثیت حاصل کی۔

(۳) اردو اس زبان سے مشتق ہے جو بالعموم نئے ہند آریائی دور میں اس حصۂ ملک میں بولی جاتی تھی، جس کے ایک طرف تمبد حاضر کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری طرف الہ آباد۔

(۴) اردو اس زبان پر مبنی ہے جو بارہویں صدی عیسوی میں پنجاب، دہلی کے اطراف اور دوآبۂ گنگ و جمن میں بولی جاتی تھی۔

(۵) بارہویں صدی عیسوی کے بعد موجودہ زبانوں کے اختلافات رونما ہوئے۔

(۶) مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ ایک پنجابی بن گئی اور دوسری کھڑی بولی۔

(۷) اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی۔

(۸) اردو زیادہ تر کھڑی بولی ہی سے متاثر ہوتی گئی۔

(۹) اردو دریائے گنگ و جمنا کے درمیانی زبان کا بھی قابل لحاظ اثر ہے۔

(۱۰) فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آرہی تھی اس میں ہریانی

www.urduchannel.in

عنصر بھی شامل ہوتا گیا۔

جیسا کہ پہلے اقتباس میں بھی کہا گیا اور اس میں بھی دہرایا گیا کہ اُردو جس زبان سے مشتق ہے وہ پنجاب، دہلی کے اطراف اور دوآبۂ گنگ وجمن میں بولی جاتی تھی۔ چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم نے جو نظریہ قایم کیا ہے کہ اردو 'مدھیہ دیش' میں پیدا ہوئی۔ ڈاکٹر زور کے نظریے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ پنجاب دہلی کے اطراف کا علاقہ اور دوآبۂ گنگ وجمن سب 'مدھیہ دیش' میں شامل ہیں۔ مزید تائید کے لیے چند سطور اور ملاحظہ فرمائیے:[1]

"وسطی ہند آریائی زبان کا عام نام 'مغربی ہندی' ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مغربی ہندی گروہ ہندوستانی زبانوں کی تاریخ میں خاص اثر رکھتا ہے کیونکہ یہ اس پراکرت کی نسل ہے جو سنسکرت سے سب سے زیادہ متاثر ہوئی۔ اس کے علاوہ اس حصۂ ملک میں رائج ہے جو 'مدھیہ دیش' کہلاتا ہے اور ابتدا سے ہندوستانی تہذیب وتمدن کا سرچشمہ رہا ہے ۔ ۔ ۔"

ڈاکٹر زور کا یہ کہنا درست ہے کہ اُردو کا سنگِ بنیاد مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا اور مسلمانوں کے دہلی کو پایۂ تخت بنا لینے کے بعد ہی اس نے مستقل زبان کی حیثیت حاصل کی۔

ڈاکٹر زور کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ بارھویں صدی عیسوی کے بعد موجودہ زبانوں کے اختلافات رونما ہوئے اور مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہوا۔ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اُردو پنجابی سے مشتق نہیں ہے اور جہاں تک اُردو اور پنجابی کے مشترک سرچشمے کا تعلق ہے تو پروفیسر مسعود حسین خاں نے بھی پنجابی اور کھڑی بولی دونوں کو شورسینی اپ بھرنش سے مشتق قرار دیا ہے (مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو، ص ۵۲) اور جس کا ذکر پروفیسر شیرانی کے نظریے کا

---

[1] ہندوستانی لسانیات، ص ۱۷ تا ۲۰۔

www.urduchannel.in

جائزہ لیتے وقت تفصیل سے کیا جا چکا ہے لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر زور نے جو تقسیم زبان کے نقشے پیش کیے ہیں ان میں پنجابی کا تعلق شمال مغربی گروہ سے اور ہندوستانی کا تعلق وسطی گروہ سے بتایا ہے (ہندوستانی لسانیات ص ۹۴ تا ۱۰۰) تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پنجابی اور ہندوستانی الگ الگ گروہوں سے تعلق رکھتی ہیں تو ان کا سرچشمہ ایک کیسے ہو گیا۔ ان کا یہ کہنا کہ اردو کھڑی بولی سے مشتق نہیں ہے، خود طلب ہے۔ کھڑی بولی کے سلسلے میں سب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے تقسیم زبان کے نقشوں میں کھڑی بولی کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ بے چاری کہاں غائب ہو گئی؟ یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ ڈاکٹر زور بھی ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی طرح اردو اور کھڑی بولی کے تعلق کے سلسلے میں واضح خیالات نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں ان کی کتاب سے پانچ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے :۔

"ہندوستانی جو برج بھاشا علاقہ کے شمال میں انبالے رام پور تک بولی جاتی ہے اس کو کھڑی بولی اور ہندی بھی کہتے ہیں . . ." [1]

"وہاں اردو رفتہ رفتہ کھڑی بولی سے قریب ہوتی جارہی تھی . . ." [2]

"زبان ہندوستانی کا ارتقا پنجاب ہی سے شروع ہو چکا تھا لیکن اس کے ثانوی مدارج ہوا۔ یہ گجرات اور دکن میں تکمیل کو پہنچے۔ دہلی میں یہ زبان ڈیڑھ سو سال تک رہنے کے بعد گجرات اور دکن کا رخ کرتی ہے اس عرصہ میں ہریانوی اور ایک حد تک برج بھاشا اور اس کی عام بول چال کی شکل کھڑی بولی کے اثرات اس پر کارگر ہو چکے تھے مگر وہ موخرالذکر سے پوری طرح متاثر نہ ہونے پائی تھی۔" [3]

---

[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات - ص ۱۷ -

[2] ایضاً ص ۹۶

[3] ایضاً ص ۹۷

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"مغلیہ سلطنت کے آخری زمانہ میں شمال میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی زبانیں (یعنی کھڑی اور اردو) مرورِ ایام کے ساتھ گھُل مل کر ایک ہو گئی تھیں۔۔"[4]

"شمالی ہندستانی پر کھڑی کا ایسا گہرا اثر مرتسم ہوا کہ اس کی بہت سی ابتدائی یا اصلی خصوصیتیں مفقود ہو گئیں۔۔۔"[5]

ڈاکٹر زور جیسے ماہرِ لسانیات کے مندرجہ بالا اقتباسات دیکھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے۔ پہلے اقتباس سے ظاہر ہے کہ ہندستانی کھڑی بولی اور ہندی ایک ہیں۔ دوسرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کھڑی بولی سے الگ کوئی زبان ہے۔ تیسرے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کھڑی بولی، برج بھاشا کی عام بول چال کی شکل ہے۔ چوتھے سے معلوم ہوتا ہے کہ کھڑی ہندوؤں کی زبان تھی اور اردو مسلمانوں کی جو مغلیہ سلطنت کے آخری زمانے میں ایک ہو گئی تھیں۔ پانچویں سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی ہندستانی پر کھڑی کے اثرات پڑنے سے اس کی اصلی خصوصیتیں مفقود ہو گئیں۔

اب ذرا اُن کا وسطی گروہ کا تقسیمِ زبان کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے:

---

[4] ایضاً - ص ۱۰۲ -

[5] ایضاً - ص ۱۰۳ -

[6] ایضاً - ص ۷۳ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

وسطی گروہ

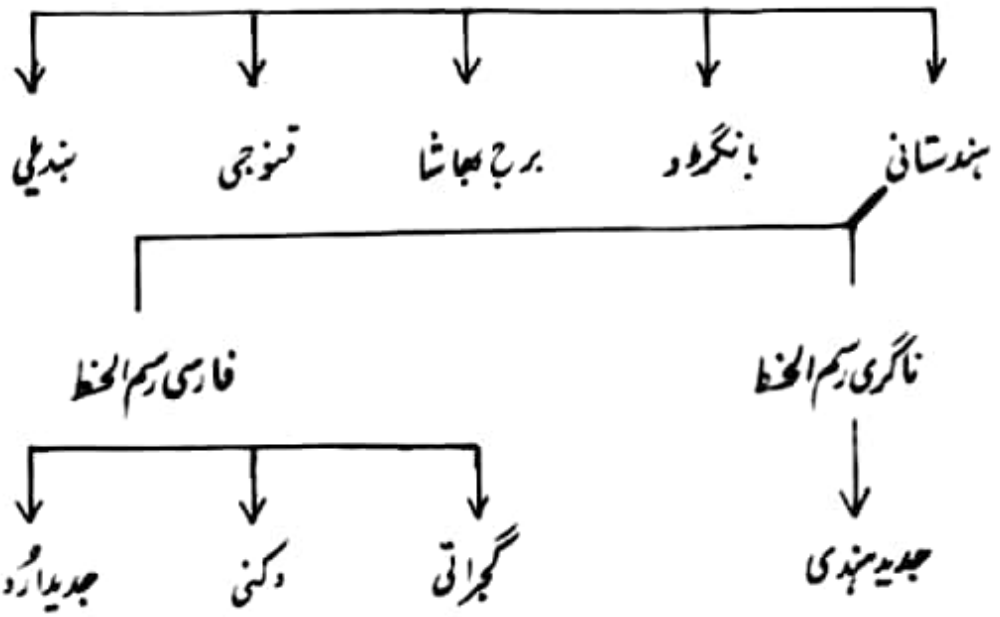

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کھڑی سے کون سی زبان مراد لیتے ہیں اور وہ اس نقشے میں کیوں نہیں ہے؟ اگر ہندستانی، کھڑی بولی اور ہندی ایک ہیں تو اردو اور کھڑی بولی الگ الگ کیسے ہوگئیں؟ کیونکہ نقشے سے صاف ظاہر ہے کہ اردو اور ہندی ہندستانی کی ہی شاخیں ہیں۔ اگر کھڑی بولی اور ہندستانی ایک ہیں تو کھڑی بولی برج بھاشا کی عام بول چال کی شکل کیسے ہوگئی جبکہ برج بھاشا اور ہندستانی الگ الگ زبانیں ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ کھڑی ہندوؤں کی اور اردو مسلمانوں کی زبان تھی اور وہ دونوں مل کر ایک کب اور کیوں ہوگئیں؟ شمالی ہندستان پر کھڑی کے اثرات کیونکر پڑے جب کہ شروع میں ہی کہا جا چکا ہے کہ ہندستانی اور کھڑی ایک تھیں۔ دراصل ان کی پہلی بات ہی درست ہے کہ ہندستانی اور کھڑی بولی ایک ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلی بحث پروفیسر مسعود حسین خاں کے نظریے پر بحث کرتے وقت بھی کی جا چکی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے بالکل درست لکھا ہے:

لہ اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق۔ ص ۳۵۲۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"اردو کی اصل کھڑی بولی اور صرف کھڑی بولی ہے۔ ۔ ۔"

ڈاکٹر زور جیسے بالغ نظر محقق کے یہاں متضاد بیانات کی موجودگی باعثِ تعجب بھی ہے اور باعثِ افسوس بھی —— یہ بات بھی باعثِ حیرت ہے کہ کبھی کبھی وہ دوسروں پر غلط اعتراض بھی کر دیتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے :

مثال : —— پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کی کتاب "کیفیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے زور صاحب نے لکھا ہے : [سلہ]

"۱۹۴۲ء میں ہماری زبان کے ایک قابلِ احترام شاعر اور ادیب پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے اپنی کتاب "کیفیہ" شائع کی تو اس میں بھی انھوں نے راقم الحروف اور محمود شیرانی دونوں کے اس نظریے سے اختلاف نہیں کیا بلکہ صفحات ۲۵ تا ۲۹ پر ہے اس خیال کی تائید کی کہ اردو کی پیدائش کے وقت شمالی اور شمال مغربی ہند کی زبان تقریباً ایک ہی تھی لیکن ساتھ ہی شاید دہلوی ہونے کی وجہ سے اس واقعے کا صاف طور پر اعتراف نہیں کیا کہ اردو پنجاب ہی میں پیدا ہوئی بلکہ ذرا دامن بچاتے ہوئے یوں لکھ دیا کہ ۔ ۔ ۔ "راقم کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ کسی خاص مقام یا خطے کو اردو کا مُولد ہونے کے امتیاز سے محروم کیا جائے یا یہ طرہ ایک بے تعیین کردہ سر کی دستار میں لٹکایا جائے ۔ ۔" لیکن عجیب بات ہے کہ اردو کے پنجاب میں پیدا ہونے کی مخالفت بھی نہیں کی ، بلکہ اس کے کئی صفحات میں ایسے اسماء ، افعال ضمائر وغیرہ پیش کیے ہیں جن سے اردو اور پنجابی کا تعلق ظاہر ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں زبانوں کا ربط نہایت گہرا اور نہایت قریبی ہے۔"

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے کیفی صاحب کی کتاب "کیفیہ" میں مندرجہ ذیل اقتباس پڑھا۔ آپ بھی پڑھیے :

[سلہ] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات ، مرتبہ : فضل الحق ، ص ۴۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"قیاس یہ چاہتا ہے کہ اول اول ایک چو، چو، کے مرتبے کی سی ادھ کچری، کھچڑی بولی پنجاب میں شروع ہوئی ہو گی پھر پنجاب سے شمال مغربی ہند میں پھیلی . . ."[1]

مذکورہ بالا اقتباس کی موجودگی میں زور صاحب کا یہ کہنا کہ . . ." شاید دہلوی ہونے کی وجہ سے اس واقعے کا صاف طور پر اعتراف نہیں کیا کہ اُردو پنجاب ہی میں پیدا ہوئی . . . اور عجیب بات یہ ہے کہ اُردو کے پنجاب میں پیدا ہونے کی مخالفت بھی نہیں کی کس حد تک درست ہے؟ اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتی ہوں۔

ایک اور بات جس کی طرف میں قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ زور صاحب دوسروں کے اعتراضات کے جواب دیتے وقت بھی تضاد کا شکار ہو گئے ہیں معلوم نہیں کہ ایسا سہواً ہوا ہے یا انھوں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے۔ اس طرح کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ پہلی مثال کھڑی بولی سے متعلق ہے اور دوسری ہریانی سے۔

پہلی مثال: کھڑی بولی کے سلسلے میں احتشام صاحب نے اپنے مقدمے میں تحریر کیا ہے:[2]

"جیولز بلاک (فرانسیسی ماہر لسانیات) نے جو نظریہ پیش کیا ہے اور جسے ڈاکٹر زور نے تسلیم کیا ہے۔ وہ یہ کہ ابتدا میں پنجابی اور کھڑی بولی میں صرف تدریجی فرق رہا ہوگا۔ بعد میں ایک پنجابی بن گئی، دوسری کھڑی بولی . . ."

مذکورہ بالا بیان پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر زور رقمطراز ہیں:[3]

"نہ تو جیولز بلاک نے یہ نظریہ پیش کیا اور نہ میں نے کہیں اپنی کتابوں میں اس کے کسی

---

[1] سید احتشام حسین (مقدمہ) ہندستانی لسانیات کا خاکہ۔ از جان بیمز، ص ۵۶۔
[2] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات، ص ۵۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نظریے کی وضاحت کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پروفیسر جیولز بلاک نے در اصل اپنے ایک مضمون میں اس کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہندستانی کے آغاز و ارتقا پر غور کرتے وقت دہلی کے اطراف واکناف کی بولیوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور ان کا یہ مضمون اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز لندن کے بلیٹن میں ۱۹۲۸ء میں اس وقت چھپا تھا جبکہ میرا مقالہ پی ایچ ڈی مکمل ہو چکا تھا۔ اگر یہ مضمون اس ترتیب کے دوران میں چھپتا تو میں اس کی تائید تو یقیناً نہیں شاید تردید ہی کرتا ۔ ۔ ۔"

اس بات سے قطع نظر کہ جیولز بلاک نے (نظریہ) پیش کیا یا نہیں اور یہ کہ زور صاحب نے اپنی کسی کتاب میں اس کے کسی نظریہ کی وضاحت کی یا نہیں، نیز یہ کہ جیولز بلاک کا مضمون زور صاحب کے پی ایچ ڈی کے مقالے کی ترتیب کے دوران میں چھپتا تو وہ اس کی تائید تو یقیناً نہیں شاید تردید ہی کرتے۔ ڈاکٹر زور کی کتاب "ہندستانی لسانیات میں مندرجہ ذیل اقتباس موجود ہے [۲]

"موجودہ زمانے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ کس ٹھیک ٹھیک وقت سے پنجاب کی اور نواح دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہونے لگا۔ یقین ہے کہ یہ فرق مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے شروع ہوا ہے - ابتدا میں وہ صرف ایک تدریجی تغیر ہوگا مگر آخر کار ان دونوں مقامات کی بولیوں کے درمیان ایک ایسا خلیج حائل ہوتا گیا کہ ایک پنجابی بن گئی اور دوسری کھڑی بولی ۔ ۔ ۔"

دُوسری مثال: ڈاکٹر زور نے مسعود صاحب کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے [۳]:

---

۲ ہندوستانی لسانیات، ص ۹۵ تا ۹۶ -

۳ اردو کی ابتدا (مضمون)، مشمولہ اردو لسانیات، مرتبہ: فضل الحق، ص ۱۵ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"جیولز بلاک کے مذکورہ بالا مضمون کو نیا دقرار دے کر پوری کتاب میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ پنجابی سے توجہ ہٹا کر ہریانی کو آگے بڑھایا جائے . . ."

پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنے نظریے کو پیش کرتے وقت ہریانی کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے ڈاکٹر زور کا ایک اقتباس پیش کیا تھا۔ جس کا تفصیلی ذکر مسعود صاحب کے نظریے کا جائزہ لیتے وقت کیا جا چکا ہے وہ اقتباس یہ ہے :

"یہاں ایک اور بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اردو پر بانگرو یا ہریانی زبان کا بھی قابلِ لحاظ اثر ہے . . . . . جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آ رہی تھی اس میں ہریانی عنصر بھی شامل ہو گیا . . ."[1]

اب ڈاکٹر زور کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے پروفیسر مسعود حسین خاں کے نظریے پر تنقید کرتے وقت سپرد قلم کیا ہے :

"دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشو و نما حاصل کیا اس وقت ہریانی اور کھڑی تو کجا خود برج بھاشا بھی ایک جداگانہ زبان کی حیثیت سے عالم وجود میں نہیں آئی تھی . . ."[2]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اردو کی نشو و نما کے وقت ہریانی اور کھڑی جداگانہ زبانوں کی حیثیت سے عالم وجود ہی میں نہیں آئی تھیں تو اردو پر بانگرو یا ہریانی زبان کا قابلِ لحاظ اثر کیسے ہو گیا ؟ اور اس میں ہریانی عنصر کس طرح شامل ہو گیا ؟

---

[1] ہندستانی لسانیات۔ ص ۹۵ تا ۹۶ -

[2] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات، مرتبہ : فضل الحق، ص ۵۱ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دراصل ان کی یہی بات درست ہے کہ اُردو کی نشوونما کے وقت ہریانی، کھڑی اور برج جداگانہ زبانوں کی حیثیت سے عالمِ وجود میں نہیں آئی تھیں۔

آخر میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ زور صاحب کی کہی ہوئی مندرجہ ذیل باتیں سست ہیں اور ان کی تائید دوسرے ماہرینِ لسانیات کے بیانات سے بھی ہوتی ہے:

① اردو کا سنگِ بنیاد مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا۔
② مسلمانوں کے دہلی کو پایۂ تخت بنا لینے کے بعد ہی اُردو نے مستقل زبان کی حیثیت حاصل کی ہے۔
③ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو بارہویں صدی عیسوی میں پنجاب دہلی کے اطراف اور دوآبۂ گنگ وجمن میں بولی جاتی تھی۔
④ بارہویں صدی عیسوی کے بعد موجودہ زبانوں کے اختلافات رونما ہوئے
⑤ مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہوا۔
⑥ دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشوونما حاصل کیا اس وقت ہریانی اور برج وغیرہ جداگانہ زبانوں کی حیثیت سے عالمِ وجود میں نہیں آئی تھیں
⑦ مغربی ہندی کی پانچ اہم قسمیں ہیں:
۱۔ برج بھاشا۔
۲۔ قنوجی۔
۳۔ بندیلی۔
۴۔ بانگرو یا ہریانی
۵۔ ہندستانی جس کو کھڑی بولی اور ہندی بھی کہتے ہیں[1]
⑧ 'مغربی ہندی' اس حصۂ ملک میں رائج تھی جو 'مدھیادیس' کہلاتا ہے۔

---

[1] ہندستانی لسانیات۔ ص ۱۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ڈاکٹر زور کے نظریے سے ہمارے اُس دعوے کی مکمل طور پر تصدیق ہوتی ہے جو ہم نے اپنی اس تصنیف میں کیا ہے کہ اُردو کے آغاز کا زمانہ ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک ہے۔ یہ مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی اور مغربی ہندی سے پیدا ہوئی۔ یا بہ الفاظِ دیگر مغربی ہندی اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے اور "مدھیہ دیش" اس کا صحیح مولد و منشا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر شوکت سبزواری کا نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر زورؔ[1] رقمطراز ہیں :

"ڈاکٹر شوکت سبزواری کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی مغربی مصنفین کے اقتباسات اور ان کے موقع و بے موقع حوالوں سے معمور ہے۔ یہ مقالہ "اردو زبان کا ارتقا" کے عنوان سے ۱۹۵۶ء میں ڈھاکہ سے شائع ہوا ہے۔ اس میں شوکت صاحب نے ایک ستم ظریفی یہ کی ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کے ادبی و تنقیدی مضامین کے بعض ٹکڑوں اور بیانات کو بھی بطور سند پیش کیا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب کو نہ ماہر لسانیات ہونے کا خیال آیا اور نہ انھوں نے کبھی جدید لسانیات کی تالیفات اور تحقیقات کی طرف توجہ ہی کی اس کتاب میں بھی مسعود صاحب کی طرح جدید لسانیاتی نقطۂ نظر سے کام لیا گیا ہے اور اس کے آخری ابواب میں اردو کے اکثر و بیشتر الفاظ کے صوتی اور لسانیاتی ارتقا پر فنی طریقے سے روشنی ڈالی گئی ہے لیکن اصل مسئلے کے بارے میں

---

[1] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات، ص ۵۳ تا ۵۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

شوکت صاحب پورے مضمون کے اقتباسوں اور متضاد بیانات کی بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں . . . "

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں[1]:

" ڈاکٹر شوکت سبزواری کا نظریہ جاننے کے لیے ان کی پہلی تصنیف اردو زبان کا ارتقا اتنی معتبر نہیں جتنی دوسری تصنیف ' داستانِ زبانِ اردو ہے . . . "

آگے چل کر لکھتے ہیں[2] :

" ڈاکٹر سبزواری نے داستانِ زبانِ اردو میں واضح کیا ہے کہ دال اور چاول کو ملا کر کھچڑی تو بن سکتی ہے لیکن دو زبانوں کو ملا کر تیسری زبان نہیں بنائی جا سکتی اور یہ حقیقت ہے کہ زبان کے بنیادی مادّے اور اصول کسی ایک زبان کے ہوں گے ۔ ماخوذ زبان کو اسی ماخذ زبان کی بدلی ہوئی شکل کہا جائے گا ۔ اردو بنیادی حیثیت سے کھڑی بولی ہے . . . "

آئیے اب دیکھیں کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری خود اپنے نظریے کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟

" اردو کے آغاز اور ماخذ کے بارے میں آج تک جو نظریے پیش کیے گئے ہیں سنجیدہ اور غیر سنجیدہ دونوں قسم کے، ان پر میں نے کسی قدر تفصیل سے بحث کی ہے اور ناقدانہ نظر ڈالی ہے ۔ اپنی طرف سے میں نے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا اور نہ اس کی ضرورت تھی ۔ ڈاکٹر اختر اورینوی اور پروفیسر احتشام حسین فرماتے ہیں کہ میں پالی کو اردو زبان کی اصل قرار دیتا ہوں یہ درست نہیں ۔ میں وہی کہتا ہوں جو [illegible]

---

[1] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق ، ص ۳۵۶ ۔

[2] اردو زبان اور فارسیت (مضمون) مشمولہ حقائق ، ص ۳۶۱ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

بلاک گریرسن، چیٹرجی اور ولکر اینڈ نن نے کہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُردو نے جس زبان سے ارتقا پائی ہے وہ کبھی بالائی دوآبے میں بولی جاتی تھی۔ سنسکرت، پالی، شورسینی، پراکرت، مغربی اپ بھرنش بالائی دوآبے کی بول چال کی زبان کے مختلف ادبی روپ ہیں۔ کھڑی یا ہندوستانی (اُردو) اس کی نئی ترقی یافتہ (یا بیلا ہوئی) صورت ہے یہ زبانیں اردو کے راست سلسلۂ نسب میں نہیں آتیں . . . ."[1]

اپنی تیسری کتاب 'اردو لسانیات' میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:[2]

"ڈاکٹر گریرسن، جولز بلاک، چیٹرجی اور ولکر اینڈ نن اُردو کے عمیق تجزیاتی مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اُردو کا ماخذ شورسینی پراکرت اور مغربی اپ بھرنش ہے جو آج سے تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) سال پہلے دوآبہ گنگ وجمن کے بالائی حصے میں بولی جاتی تھی اس میں شبہ نہیں کہ اُردو کے موجودہ خط و خال شورسینی پراکرت اور مغربی اپ بھرنش سے بہت ملتے ہیں . . . .

. . . . اُردو بے شبہ پراکرت سے ماخوذ ہے لیکن یہ پراکرت وہ نہیں جس کے قواعد ہیم چندر اور برِ صغیر کے دوسرے قواعد نویسوں نے اپنی کتابوں میں لکھے۔ میرا خیال ہے کہ اُردو نے جس پراکرت سے ارتقا پایا وہ بول چال کی زبان تھی جو شورسینی پراکرت اور مغربی اپ بھرنش سے پہلے یا اُن کے پہلو بہ پہلو دوآبہ کے بالائی حصے میں بولی جاتی تھی۔ پالی، شورسینی، مغربی اپ بھرنش اس بول چال کی پراکرت کے لکھے ہوئے ادبی رُوپ ہیں۔

یہ پراکرت بول چال تک محدود رہی اس لیے اس کے نمونے دستیاب نہیں ہوتے اور آج ہمیں اس کے خط و خال اُجاگر کرنے میں دقت پیش آتی ہے میں نے موجودہ اُردو اور قدیم مغربی ہندی کے سرسری تقابلی مطالعے کے بعد اس کی لسانی

---

[1] ڈاکٹر شوکت سبزواری - داستانِ زبانِ اُردو (پیش لفظ) - ص ۵ -

[2] 〃 〃 اُردو لسانیات، ص ۱۰ تا ۱۱ -

[3] یہاں مغربی ہندی سے وہ کون سی زبان مراد لیتے ہیں جبکہ وہ مغربی ہندی کو ذہنی تجریدی منطقی اُپج قرار دیتے ہیں؟

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

خصوصیات متعین کرنے کی ایک ناکام اور شستہ سی کوشش کی ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ پراکرت جسے میں اردو کی اصل قرار دے رہا ہوں۔ سنسکرت، پالی شورسینی پراکرت، مغربی اپ بھرنش کے سلسلۃ الذہب کی ایک گم شدہ کڑی ہے۔۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری مغربی ہندی کو ایک طرح کی ذہنی تجرید یا منطقی اُپج قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں[1]:

"میرے خیال میں قدیم مغربی ہندی کا تصور جیسا کہ میں اپنے تحقیقی مقالے میں عرض کر چکا ہوں، ایک طرح کی ذہنی تجرید یا منطقی اُپج ہے۔ دہلی اور اس کے نواح کی بولیوں میں آج غیر معمولی مشابہتیں دیکھ کر دانایانِ مغرب کو خیال ہوا کہ وہ ان کا متحد ماخذ قرار دیں۔ چنانچہ مغربی ہندی کے نام سے ایک زبان فرض کر کے انھوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ زبان گیارھویں صدی عیسوی میں ہریانی، برج کھڑی، قنوجی، بندیلی کے وسیع و عریض علاقے میں بولی جاتی تھی۔ یہ بولیاں اسی زبان کی کوکھ سے پیدا ہوئیں۔۔"

ایک اور اقتباس[2]:

"نئی تحقیقات کے مطابق سنسکرت، پالی، شورسینی، مہاراشٹری، مغربی اپ بھرنش ایک زبان کے متعدد ادبی روپ ہیں۔ یہ زبان مدھیہ دیش (وسط ملک) یعنی بالائی دوآبے میں بولی جاتی تھی جس سے نکھر کر یہ زبانیں بنیں۔ بول چال کی زبان بدلتی رہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اردو یا ہندوستانی اپ بھرنش کے اس روپ سے ماخوذ ہے جو گیارھویں صدی کے آغاز میں مدھیہ دیش میں رائج تھا۔ مغربی اپ بھرنش اس کی ادبی شکل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بول چال

---

[1] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۱۱۴ تا ۱۱۵۔

[2] اُردو زبان کا ارتقا، باب سوم، ص ۱۲۔

[3] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کی اپ بھرنش سے مختلف ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بول چال کی اپ بھرنش دہلی اور میرٹھ میں بولی جاتی تھی ۔ چیٹرجی اور گریرسن اسے مغربی اپ بھرنش کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ یہ اپ بھرنش وہ نہیں جس کے قواعد ہیم چندر نے اپنی کتاب میں بیان کیے ۔ مغربی اپ بھرنش کہنے سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ ہیم چندر کی اپ بھرنش ہے ۔ اگر یہ اشتباہ نہ ہو تو دہلی اور میرٹھ کی اس قدیم زبان کو اپ بھرنش کے نام سے یاد کرنے میں کوئی ہرج نہیں ۔ ۔ "

اردو کی قدیم صورت کے متعلق لکھتے ہیں [۱] :

" اردو کی قدیم صورت وہ ہے جو بالائی دوآبے ، میرٹھ ، سہارنپور ، مظفر نگر اور انبالے کی موجودہ بول چال کی اردو سے قریب ہے ۔ یہ زبان مسلمان سپاہیوں کے ساتھ ملک کے ہر حصے میں پہنچی ۔ ۔ ۔ "

مذکورہ بالا بیانات سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں :

۱ اپنی طرف سے ڈاکٹر شوکت سبزواری نے کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا ۔

۲ اردو نے جس زبان سے ارتقا پایا ہے وہ کبھی بالائی دوآبے میں بولی جاتی تھی ۔

۳ سنسکرت ، پالی ، شورسینی پراکرت ، مغربی اپ بھرنش بالائی دوآبے کی بول چال کی زبان کے مختلف العہد ادبی روپ ہیں ۔ کھڑی یا ہندوستانی (اردو) اس کی فطری ترقی یافتہ (یا بدلی ہوئی) صورت ہے ۔ یہ زبانیں اردو کے راست سلسلۂ نسب میں نہیں آتیں ۔

۴ اردو کا ماخذ شورسینی پراکرت اور مغربی اپ بھرنش ہے جو آج سے

---

۱ داستانِ زبانِ اردو ، ص ۲۰۶ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تقریباً پندرہ سو سال پہلے دوآبہ گنگ وجمن کے بالائی حصّے میں بولی جاتی تھی۔

۵ اردو بے شبہ پراکرت سے ماخوذ ہے لیکن یہ پراکرت وہ نہیں جس کے قواعد ہیم چندر اور برصغیر کے دوسرے قواعد نویسوں نے اپنی کتابوں میں لکھے۔

۶ اُن کا خیال ہے کہ اُردو نے جس پراکرت سے ارتقا پایا وہ بول چال کی زبان تھی جو شورسینی پراکرت اور مغربی اپ بھرنش سے پہلے یا ان کے پہلو بہ پہلو دوآبے کے بالائی حصّے میں بولی جاتی تھی پالی، شورسینی، مغربی اپ بھرنش اس بول چال کی پراکرت کے لکھے ہوئے ادبی روپ ہیں۔

۷ یہ پراکرت جسے وہ اردو کی اصل قرار دے رہے ہیں سنسکرت پالی، شورسینی پراکرت، مغربی اپ بھرنش کے سلسلۃ الذہب کی ایک گم شدہ کڑی ہے۔

۸ ان کے نزدیک مغربی ہندی کا تصور ایک طرح کی ذہنی تجرید یا منطقی اُپج ہے۔

۹ نئی تحقیقات کے مطابق سنسکرت، پالی، شورسینی، مہاراشٹری، مغربی اپ بھرنش ایک زبان کے متعدد ادبی روپ ہیں۔ یہ زبان مدھیہ دیش (وسط ملک) یعنی بالائی دوآبے میں بولی جاتی تھی جس سے نکھر کر یہ زبانیں بنیں۔ بول چال کی زبان بدلتی رہی۔

۱۰ یہ بول چال کی اپ بھرنش دہلی اور میرٹھ میں بولی جاتی تھی۔

۱۱ یہ اپ بھرنش وہ نہیں جس کے قواعد ہیم چندر نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری کی رائے میں اردو نے جس زبان سے ارتقا پایا ہے وہ مدھیہ دیش (وسط ملک) یعنی بالائی دوآبے میں بولی جاتی تھی۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا کافی سمجھتی ہوں کہ مدھیہ دیش صرف بالائی دوآبہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اس میں مشرقی پنجاب بھی شامل ہے۔ اگر ہم مدھیہ دیش کے حدود پر نظر رکھیں تو شیرانی، زور اور سبزواری کے نظریوں کے اختلافات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر سبزواری کے ان خیالات میں بڑی حد تک سچائی ہے کہ سنسکرت، پالی، شورسینی پراکرت، مغربی اپ بھرنش بالائی دوآبے کی بول چال کی زبان کے مختلف العہد ادبی روپ ہیں کھڑی یا ہندستانی (اردو) اس کی فطری، ترقی یافتہ (یا بدلی ہوئی) صورت ہے۔ یہ زبانیں اُردو کے راست سلسلۂ نسب میں نہیں آتیں۔ اُن کا یہ خیال بھی درست ہے کہ اُردو نے بول چال کی زبان سے ارتقا پایا مگر ان کے نزدیک مغربی ہندی کا تصور ایک طرح کی ذہنی تجرید یا منطقی اُپج ہے جبکہ خود انھوں نے اپنی کتاب ’اردو لسانیات میں صفحہ ۱۱ پر مغربی ہندی کا ذکر کیا ہے اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ہمارے خیال میں بول چال کی اس زبان کو ’مغربی ہندی‘ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی ادبی شکل خود ان کے کہنے کے مطابق مغربی اپ بھرنش ہے اور جو مغربی اپ بھرنش کے پہلو بہ پہلو ’مدھیہ دیش‘ میں رائج تھی۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ جب مدھیہ دیش کی مغربی اپ بھرنش نے ادبی شکل اختیار کرلی تو بول چال کی زبان مغربی ہندی کہلائی۔

اب ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تیسری کتاب ”اُردو لسانیات“ سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے جس سے اُردو کے آغاز کے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کب پیدا ہوئی اور کب اس قابل ہوئی کہ اپنی باتوں سے لوگوں کا دل بہلائے۔ انھوں نے بالکل درست لکھا ہے کہ:

”علماء لسانیات جنھوں نے برّ صغیر کی آریائی قدیم و جدید زبانوں پر تحقیقی کام کیا ہے۔ گیارہویں صدی عیسوی کی جدید ہند آریائی زبانوں کے ابجار کا زمانہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ برّ صغیر ہند و پاک کی زبانوں نے اپنی اپنی اپ بھرنش سے ۱۰۰۰ء کے لگ بھگ ابھر کر یا لیں کہیے کہ کچھ کچھ موجودہ شکل اختیار کی۔ یہی زمانہ اُردو کے ابجار کا ہے۔ اردو نے بھی (اس کا نام اردو بعد میں پڑا) ۱۰۰۰ء کے بعد اپنا قدیم چولا بدلا اور آہستہ آہستہ اس کے موجودہ خط و خال نمایاں ہوئے۔ ابھی وہ پوری طرح ابھرنے بھی نہ پائی تھی اور پر پرزے ہی جھاڑ رہی تھی کہ مسلمان فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوئے انھوں نے اس زبان کو نکھارا۔ ڈاکٹر چٹرجی ۱۰۴۳ء کو اردو کا یوم میلاد قرار دیتے ہیں۔“

ڈاکٹر شوکت سبزواری، اُردو لسانیات، ص ۱۲۔

www.urduchannel.in

میں کہتا ہوں کہ ۱۰۰۰ء اُردو کے اُبھار کا زمانہ ہے اور ۱۱۹۳ء نکھار کا ـــــ

۱۰۰۰ء میں اُردو نے آنکھ کھولی اور ۱۱۹۳ء کے بعد نشو و نما پا کر وہ اس قابل ہوئی کہ اپنی باتوں سے لوگوں کا دل بہلائے ۰۰۰؟

اب ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے جس سے ہند آریائی زبان کے عہد بہ عہد ارتقا کا پتہ چلتا ہے اور ہمارے اس خیال کی کلیۃً تصدیق ہوتی ہے کہ اُردو مدھیہ دیش کی زبان ہے ۔ لہٰ

ہندرہ سو سال قبل آریہ قبائل ایک زبان بولتے ہوئے برصغیر ہند و پاک میں داخل ہوئے ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ اس زبان کو قدیم ہند آریائی (قدیم (INDO ARYAN کہتے ہیں ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ اس زبان کے قدیم ترین نمونے رگ وید میں ملتے ہیں ۔

۱۰۰۰ء قم سے ۶۰۰ ق م کے درمیان اس قدیم زبان میں معمول کے مطابق تغیرات رونما ہوئے اور اس نے حسب ذیل تین روپ اختیار کیے ۔

۱۔ ادیچیہ ـــــ شمالی (شمال مغربی) زبان ۔

۲۔ پراچیہ ـــــ مشرقی زبان ۔

۳۔ مدھیہ دیشی ـــــ وسطی علاقے (مشرق و مغرب کے درمیان) کی زبان ۔

ان میں ادیچیہ یعنی شمال مغربی زبان کسی قدر قدامت پسند ہونے کی وجہ سے شستہ اور فصیح سمجھی گئی ۔ یہ قدیم ہند آریائی سے نسبتاً زیادہ قریب تھی ۔ اودھ، بہار اور مشرقی یوپی کی زبان پراچیہ غیر فصیح یعنی ان گھڑ تھی کیونکہ وہ اصل سے دور جا پڑی تھی ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ مدھیہ دیش کی زبان بین بین تھی ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ اردو مدھیہ دیش کی اس قدیم زبان کی آخری کڑی ہے ۰۰۰؟

لہٰ ڈاکٹر شوکت سبزواری، اردو لسانیات ـ ص ۱۵ تا ۱۶ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

آخر میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری کے بیانات سے ہمارے اس نظریے کی پوری پوری تائید ہوتی ہے کہ اردو، ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء کے دوران مدھیہ دیش میں پیدا ہوئی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور رقمطراز ہیں[1]:

"ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی ..... ہندوستان کے سب سے بڑے عالم لسانیات اور محقق ہیں ان کی تصنیفات کی اوّلیت و اہمیت اور ان کے تبحرِ علمی کی وجہ سے اگر ان کو عہدِ حاضر میں ہندستانی لسانیات کا امام کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ان کی تحقیقات نے یورپ کے بڑے بڑے ماہرین اور خاص کر لسانیاتی جائزہ ہند کے مرتب سر جارج ابراہیم گریرسن کی غلطیوں کو بے نقاب کر دیا ہے گجرات کی ورناکولر ریسرچ سوسائٹی نے ۱۹۴۰ء میں ان کو ہندی ہندستانی کے نشو و نما پر تقریر کرنے کے لیے مدعو کیا تھا اور یہ تقریر اسی سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۴۲ء میں "انڈو آرین اور ہندی" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کی گئی تھی ..."

---

[1] ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات، ڈاکٹر مفضل الحق ص ۴۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر گیان چند نے ڈاکٹر چیٹرجی کی لسانی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے: ؎۱

"ڈاکٹر چیٹرجی بنیادی حیثیت سے تاریخی لسانیات کے عالم ہیں۔ وہ ہند آریائی لسانیات کے دو جیّد معلمان اوّل و ثانی ہارنلے اور گریرسن کے نظریات کو چیلنج کرتے ہیں اور ان میں اصلاح کرتے ہیں۔ میں صرف دو مثالیں دوں گا۔

ہارنلے اور گریرسن دونوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ آریہ ہندوستان میں دو گروہوں میں آئے۔ ایک گروہ بیچ میں بس گیا۔ دوسرا اطراف میں۔ اس مفروضے کی بنا پر ان علما نے ہند آریائی زبانوں کو اندرونی اور بیرونی میں تقسیم کیا۔ ڈاکٹر چیٹرجی نے اندرونی اور بیرونی کے نظریے کو رد کر کے اس کی شافی تردید کی۔ اسی کے ساتھ ہند آریائی زبانوں کی گروہ بندی نقص ہے۔ گریرسن نے انھیں اندرونی بیرونی اور وسطی دیشی میں تقسیم کیا۔ چیٹرجی نے اس میں ترمیم کر کے پانچ گروہ قائم کیے جو زیادہ قابل قبول ہیں۔

اردو والے ڈاکٹر چیٹرجی کی تصانیف میں انڈو آرین اینڈ ہندی سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔ عتیق صدیقی کے ترجمے سے بہت پہلے سے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس کتاب میں انھوں نے اردو کی سخت مخالفت کی ہے۔ لیکن آزادی کے بعد جب ہندی کو قومی زبان تسلیم کیا گیا تو وہ ہندی کے کٹر مخالف ہو گئے .... ڈاکٹر چیٹرجی جیسا عالم صدیوں میں پیدا ہوتا ہے ..."

ڈاکٹر چیٹرجی نے اپنی کتاب "انڈو آرین اور ہندی" میں جو نظریہ پیش کیا ہے اس سے ہمارے نظریے کو مزید تقویت ملتی ہے۔ ان کے نظریے کے متعلق کچھ کہنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نظریے کو مختصر طور پر انھیں کے الفاظ میں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کی کتاب ؎۲ سے اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"دسویں صدی کے آخری ربع اور گیارھویں صدی کے پہلے ربع میں محمود غزنوی نے

؎۱ ذکر و فکر، ص ۵۳۔ ؎۲ ہند آریائی اور ہندی، مترجمہ عتیق احمد صدیقی ص ۱۶۰ تا ۱۶۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہندوستان میں دُور تک دہشت ناک حملے کیے اور پھر ترک آئے اور گیارھویں صدی میں پنجاب پر اپنی حکمرانی قائم کر دی اور یہ غزنوی سلطنت کا ایک حصّہ بن گیا۔ دسویں سے بارھویں صدی تک مغربی اپ بھرنش کی زبان کا ڈنکا بج رہا تھا اور یہ سنسکرت اور پراکرت کے علاوہ عام ادبی زبان تھی اور تمام ابلاغ اور ترسیل کی زبان بھی یہی تھی . . . . . .

. . . . . .

. . . . . .

آج بھی پنجاب کی بولیوں میں خاص طور پر مشرقی پنجاب اور اتر پردیش کے انتہائی مغربی علاقوں کی بولیوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ آٹھ نو سو سال پیشتر یہ فرق اور بھی کم ہوگا۔ یہ بھی امکان ہے کہ وسطی اور مشرقی پنجاب (اگر مغربی پنجاب اور ہندو افغانستان کو الگ بھی کر دیا جائے) نیز مغربی اتر پردیش میں تقریباً یکساں بولی رائج ہوں گی . . . . . .

. . . . . .

. . . . . .

پنجاب میں آباد دیسی فاتحین گیارھویں بارھویں صدیوں میں ہندوستانی ماحول کے اثر سے بہت کچھ بدل گئے۔ بارھویں، تیرھویں صدی میں ان کے ہم قوم ترکیوں اور ایرانیوں کا ایک نیا ریلا آیا۔ غوری خاندان نے دہلی اور اجمیر کے آخری بادشاہ پرتھوی راج کو شکست دے کر ہندوستان میں قدم جما لیے۔ ترکی غلام خاندان کا دور ۱۲۰۶ء میں شروع ہوا۔ قطب الدین ایبک شمالی ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ بنا۔ دہلی دارالسلطنت قرار پایا اور پنجاب پس منظر میں چلا گیا۔ لیکن یہ امکان ہے کہ وہ پنجابی مسلمان جو ترکی اور ایرانی فاتحین کے جلو میں دہلی وارد ہوئے تھے نئے دارالسلطنت کے تمام ہندوستانی گروہوں میں سب سے زیادہ اہمیت کے مالک ہو گئے ہوں۔ وہ اپنی بولی بھی دلّی لے کر آئے اور ان کی بولی جو دلّی کے شمال اور شمال مغربی اضلاع کی بولیوں سے بہت سی اہم چیزوں میں مطابقت رکھتی تھی، نمونہ بن گئی اور اسی سے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اس نئی کاروباری زبان کی ممتاز خصوصیات فراہم ہوئیں جو اس نئے دارالسلطنت میں وجود پذیر ہوئی تھی اور جس کو وسطی علاقہ (ہندوستان) کے لوگ، ہندیائے ہوئے ترکی اور ایرانی اور مسلم پنجابی جن کی نئے آنے والوں میں بڑی تعداد تھی، سبھی بول لیتے تھے۔ اس کاروباری بولی کی بنیاد پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی مغربی اپ بھرنش تھی۔۔۔

. . . . . .

. . . . . .

یہ کہنا کافی ہے کہ شمالی ہند میں مسلم حکومت کے دارالسلطنت کی دہلی میں بنیاد پڑنے کے بعد مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی بولیوں پر مبنی شمالی ہند کی زبان کی ایک نئی شکل کو فروغ حاصل ہونے لگا۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں[1]:

اب ذرا پھر دہلی اور اس کے گرد و نواح میں زبان کی نشو و نما کی طرف آئیے اس وقت اس کا نام 'ہندی' یا 'ہندوی' تھا۔ کبھی وضاحت کے لیے اسے دہلوی بھی کہہ دیا جاتا تھا۔ امیر خسرو (۱۲۵۳ - ۱۳۲۵) کا شمار "ہندوستانی" ادب اور تحقیق کے بڑے ناموں میں ہوتا ہے۔ وہ فارسی کے مصنف ہیں۔ ان کی شاعری ان کو فارسی شاعری اور علم و فضل کی صف اول کا مستحق ٹھیراتی ہے۔ وہ ہندوی زبان کے پہلے اہم مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں امیر خسرو زبان سے خوب واقف تھے اور اپنی ہندوی زبان اور اس کے اعلیٰ ادب پر ان کو ناز تھا۔"

مذکورہ بالا بیانات سے حسب ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) دسویں سے بارھویں صدی تک مغربی اپ بھرنش کا ڈنکا بج رہا تھا اور

---

[1] کتاب مذکورہ - ص ۱۷۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یہ سنسکرت اور پراکرتوں کے علاوہ عام ادبی زبان تھی اور عام ابلاغ اور ترسیل کی زبان بھی یہی تھی۔

(۲) آٹھ نو سو سال پیشتر مشرقی پنجاب نیز مغربی اتر پردیش میں تقریباً یکساں بولی رائج ہوگی۔

(۳) پنجابی مسلمان اپنی بولی بھی دلی لے کر آئے۔

(۴) ان کی بولی جو دلی کے شمالی اور شمال مغربی اضلاع کی بولیوں سے بہت سی اہم چیزوں میں مطابقت رکھتی تھی، نمونہ بن گئی۔

(۵) اسی سے اس نئی کاروباری زبان کی ممتاز خصوصیات فراہم ہوئیں جو اس نئے دارالسلطنت میں وجود پذیر ہوئی تھی اور جس کو وسطی علاقہ (ہندوستان) کے لوگ ہندیائے ہوئے ترکی اور ایرانی اور مسلم پنجابی جن کی نئے آنے والوں میں بڑی تعداد تھی، سبھی بول لیتے تھے۔

(۶) اس کاروباری بولی کی بنیاد پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی مغربی اپ بھرنش تھی۔

(۷) شمالی ہند میں مسلم حکومت کے دارالسلطنت کی دہلی میں بنیاد پڑنے کے بعد مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی بولیوں پر مبنی شمالی ہند کی زبان کی ایک نئی شکل کو فروغ حاصل ہونے لگا۔

(۸) اس وقت اس کا نام 'ہندی' یا 'ہندوی' تھا، کبھی فصاحت کے لیے دہلوی بھی کہہ دیا جاتا تھا۔

(۹) امیر خسرو ہندوی زبان کے پہلے اہم مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

ان تمام باتوں سے ہمارے نظریے کی تائید ہوتی ہے ہم اس بات پر شیرانی کے نظریے کا جائزہ لیتے وقت تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں کہ مسلمان فاتحین پنجاب سے جو زبان بولتے ہوئے گئے، وہ مغربی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل مغربی ہندی تھی۔ دہلی اور اس کے آس پاس بھی تقریباً وہی اپ بھرنش تھی۔ یہ تو چٹرجی بھی مان رہے ہیں کہ ہندی ہندوی یا دہلوی، مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش کی بولیوں پر مبنی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ . . . " یہ نئے دارالسلطنت میں وجود پذیر ہوئی تھی . . . " ایسا لگتا ہے کہ یہاں چٹرجی تذبذب کا شکار ہو گئے ہیں یا پھر بقول ڈاکٹر زور[1] . . . " چٹرجی نے بھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی عظمت قائم رکھنے کی کوشش کی ہے . . . " لیکن کچھ صفحات کے بعد ہی وہ اس طرح لکھتے ہیں[2] :-

" شمالی ہند کی جنوب میں پھیلنے والی یہ علاقائی بولی اگر ہو بہو ہندوستانی نہ بھی ہو تو اس کی بہت ضرور تھی کہ اس کا مرزبوم بھی مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش ہی تھا . . . "

چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ پنجاب سے مسلمان فاتحین اور دوسرے لوگ مغربی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل مغربی ہندی بولتے ہوئے دہلی آئے اس وقت تک مغربی ہندی کی پانچوں بولیوں نے علیحدہ علیحدہ شکلیں اختیار نہیں کی تھیں البتہ ان کے بیج پھوٹنا شروع ہو گئے تھے اور اکا دکا کہیں کوئی لفظ یا فقرہ مل جاتا تھا اس طرح یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اردو کی ابتدا تو مدھیہ دیش میں ہوئی لیکن اس نے ترقی کے مراحل دہلی جا کر طے کیے۔ ہماری اس بات کی تصدیق خود چٹرجی کے اس جملے سے ہوتی ہے جو انھوں نے سنسکرت کے متعلق لکھا ہے[3] :

" سنسکرت کی نشو و نما عملاً انھیں علاقوں میں ہوئی جن میں بعد میں ہندوستانی کا آغاز ہوا یعنی موجودہ دور کا مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش . . . "

ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بالائی گنگا دوآب اور

---

[1] اردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات، ص ۴۷۔

[2] ڈاکٹر چٹرجی، ہندآریائی اور ہندی، مترجمہ: عتیق احمد صدیقی، ص ۱۷۶۔

[3] کتاب مذکورہ، ص ۱۵۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جنوب مشرقی پنجاب کا علاقہ 'مدھیہ دیش' کہلاتا تھا :

"پہلے الف قم کے وسط تک برہمنی تعلیمات کے خاص اہم مرکز پنجاب اور مدھیہ دیش' وسطی علاقہ میں تھے - یہ بالائی گنگا دوآب اور جنوب مشرقی پنجاب کا علاقہ تھا . . ."

چنانچہ اب اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اردو کا آغاز مدھیہ دیش (موجودہ دور کا مشرقی پنجاب اور مغربی اتر پردیش) میں گیارھویں بارھویں صدی عیسوی میں ہوا اور مغربی ہندی سے ہوا اور اس کی تائید ڈاکٹر چٹرجی کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مولانا محمد حسین آزاد

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

پروفیسر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں[1]:

"ہمارے یہاں لسانی تحقیق کے مرد میدان آزاد ہیں جنھوں نے سب سے پہلے آبِ حیات میں اردو زبان کی تاریخ کو سلسلہ وار بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ آزاد شمالی ہند کی بولیوں کے باریک اختلافات سے ناواقف تھے۔"

مولانا محمد حسین آزاد نے آبِ حیات کا آغاز ان جملوں سے کیا ہے[2]:

"اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اُردو زبان، برج بھاشا سے نکلی ہے اور

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبان اُردو، ص ۲۱۸، بارپنجم، سرسید بک ڈپو، علی گڑھ۔

[2] آبِ حیات، ص ۶، رام نرائن، بینی مادھو پبلشرز، وجے سیلر۔ ۲، کٹرہ روڈ، الٰہ آباد، ۱۹۷۶ء۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردے پر ہندوستان کے ساتھ ہی آئی ہو۔ اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں ہے اور برج کا سبزہ زار اس کا وطن ہے . . ."

مولانا محمد حسین آزاد کو مندرجہ بالا چند جملے لکھتے وقت یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ ان کے قلم سے نکلے ہوئے یہ چند جملے ان کو ماہرین لسانیات کی صف میں لا کھڑا کریں گے۔ اور انھوں نے یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ ان کے لکھے ہوئے یہ چند جملے اردو لسانیات کی دنیا میں ہلچل پیدا کر دیں گے اور ماہرِ لسانیات کو اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ اُردو کے آغاز کے متعلق سنجیدگی سے غور کریں اور ان کے اس بیان کو رد کرنے کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کریں۔ چنانچہ پروفیسر شیرانی ڈاکٹر شوکت سبزواری، پروفیسر مسعود حسین خاں وغیرہ نے ان کے اس نظریے کی تردید کی ہے۔ مولانا آزاد کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اہلِ علم اور ماہرین لسانیات کو اس طرف متوجہ کیا۔ موجودہ دور میں جبکہ اُردو کے آغاز کے متعلق بہت سے نظریے پیش کیے جا چکے ہیں اور ان کا نظریہ قطعی طور پر رد کیا جا چکا ہے پھر بھی ان کا نام اُردو لسانیات کی دُنیا میں اہمیت کا حامل ہے۔ اور جب کبھی بھی اُردو کے آغاز کے متعلق بات کی جائے گی، مولانا آزاد کے نظریے کا ذکر بھی لازماً کیا جائے گا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری مولانا آزاد کے اس نظریے کو سنجیدہ نظریہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں[1]:

"سنجیدہ نظریے دو ہیں۔ اُردو برج سے ماخوذ ہے اسے اُردو میں سب سے پہلے مولانا محمد حسین آزاد نے پیش کیا . . ."

ڈاکٹر شوکت سبزواری کے یہ جملے بھی دیکھیے[2]:

---

[1] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۷۵، ہندوستانی لیتھو پریس، دہلی ۱۹۶۱ء۔

[2] " " ص ۶۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"یہ عجیب بات ہے کہ اُردو کی ابتدا کے بارے میں اُردو میں دو نظریے بلند آہنگی کے ساتھ پیش ہوئے اور دونوں پنجاب سے۔ مولانا آزاد نے فرمایا اردو برج سے نکلی اس کے مقابلے میں مولانا شیرانی کی آواز آئی۔۔۔ اُردو پنجابی کی بیٹی ہے۔۔۔"

مولانا آزاد کا یہ نظریہ ان کے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ ان سے پہلے یہ نظریہ ڈاکٹر بارنلے نے پیش کیا تھا لیکن ان کے اس نظریے کو اہلِ اردو میں شہرت بخشنے کا سہرا آزاد ہی کے سر ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سبزواری رقمطراز ہیں[1]:

"اُردو برج سے ماخوذ ہے۔ یہ نظریہ سب سے پہلے ڈاکٹر ہیورنلے نے پیش کیا مولانا محمد حسین آزاد نے اس کی نشر و اشاعت کی۔ مولانا شیرانی مرحوم کی قابلِ قدر کتاب "پنجاب میں اردو" کی اشاعت سے پہلے یہ نظریہ عام طور سے صحیح سمجھا جاتا تھا اور ہر شخص جسے اُردو زبان سے دلچسپی ہے اس پر اعتقاد رکھتا تھا مولانا شیرانی کی کتاب ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی اس میں مفصل طور پر اور بڑے مدلل انداز میں اس نظریے کو رد کر دیا گیا تھا لیکن مولانا آزاد کے قلم کے جادو اور اندازِ بیان کا اعجاز تھا کہ لوگ اس کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ اُردو برج کی بیٹی ہے۔ اس نے برج کے بطن سے جنم لیا۔ ۱۹۲۸ء کے بعد اردو اور ہندی میں چھوٹے بڑے رسالے اور صدارتی خطبے شائع ہوئے جن میں اُردو کی ابتدا اور اس کی اصل سے بحث کی گئی تھی۔ مستقل تصانیف میں بھی ضمناً اردو کے آغاز کا ذکر آیا سب نے اُردو کی اصل برج کو سراہا۔ رام چندر شکل کے بیان کے مطابق ہندی ساہتیہ سمیلن کے صدر نے ۱۹۲۸ء میں ببانگ دہل اس امر کا اعلان کیا کہ اُردو برج کے بطن سے ہے۔ مسلمانوں نے اسے لوک بھاشا سے درست کیا۔ اُردو میں جن بزرگوں نے یہ غلط فہمی پھیلائی ان میں زیادہ تر وہ اہلِ علم تھے جنھیں زبانوں

---

[1] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۶۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے مزاج، ان کے تغیر و تبدل، یا تنوع کی تاریخ میں درک نہ تھا۔ مولانا آزاد کی تقلید میں وہ اُردو کا جوڑ برج بھاشا سے لگاتے رہے لیکن جو لوگ اردو اور برج دونوں کے مزاج سے باخبر تھے انھوں نے مولانا شیرانی مرحوم کی کتاب شائع ہونے سے پہلے ہی مولانا آزاد کے اس دعوے کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اُردو برج کی بیٹی ہے۔ رام بابو سکسینہ کی کتاب "اُردو ادب کی تاریخ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی اس میں انھوں نے آزاد کے نظریے کی تردید کی۔ ۔ ۔"

رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں[۱]:

"ہمارے خیال میں برج بھاشا کو اُردو کا ماخذ قرار دینا جو کہ مغربی ہندی کی ایک شاخ ہے اور جیسا کہ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی سمجھا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ برج بھاشا جو متھرا اور اس کے جوار میں بولی جاتی تھی گو اس بھاشا سے جو اطراف دہلی میں بولی جاتی تھی بہت مشابہت رکھتی ہے مگر پراکرت کی ایک علیحدہ شاخ ہے اور یہی شاخ یعنی دلی بھاشا ہمارے خیال میں زبانِ اردو کی اصل سمجھی جا سکتی ہے۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری[۲] اُردو اور برج کے رشتے کا تعین اس طرح کرتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اُردو برج سے بہت قریب ہے۔ یہ قرب اس امر کا ثبوت ہے کہ اردو اور برج اجنبی نہیں۔ ایک دوسرے کی عزیز ہیں۔ دو زبانوں میں قرب جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی قرابت قریب کی ہوگی۔ لیکن قریب کی قرابت ماں بیٹی ہی میں نہیں۔ دو بہنوں میں بھی ہوتی ہے اس

---

[۱] رام بابو سکسینہ۔ تاریخ ادب اُردو (انگریزی) ہسٹری آف اردو لٹریچر مترجمہ مرزا محمد عسکری ص۲
[۲] داستانِ زبانِ اردو، ص ۵۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لیے دو زبانوں میں بہت زیادہ مشابہتیں دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ ماں بیٹیاں ہیں، صحیح نہیں۔ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے رشتوں کی ٹھیک ٹھیک تعیین میں مشابہتیں کام نہیں آتیں۔ وہ سرمایہ کام آتا ہے جو ان زبانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے اور ان میں اختلاف پیدا کر کے انھیں آزاد اور مستقل زبانیں بناتا ہے۔۔"

دراصل اردو اور برج دونوں کا تعلق چونکہ شورسینی اپ بھرنش کی عوامی شکل 'مغربی ہندی' سے ہے اس لیے دونوں میں مشابہتوں کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ ان مشابہتوں کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کے بطن سے پیدا ہوئی، مناسب نہیں۔ مغربی ہندی کی پانچ بولیاں دو گروہوں میں تقسیم کی گئی ہیں:

۱۔ اُو یا آو والی بولیاں: جن میں برج بھاشا، قنوجی اور بندیلی شامل ہیں۔

۲۔ آ والی بولیاں: جن میں کھڑی بولی اور ہریانی شامل ہیں۔

برج بھاشا اور کھڑی بولی (اردو) میں بنیادی فرق تو یہی ہے کہ برج بھاشا میں اسماء، افعال اور اسمائے صفات کا خاتمہ او پر ہوتا ہے جبکہ اردو میں آ پر مثلاً گھوڑو گھوڑا۔ چلیو، چلا۔ (بڑو) بڑا۔ اپنو، اپنا[1]

پروفیسر مسعود حسین خاں نے اردو اور برج کے اختلافات کا تفصیلی جائزہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ "اردو برج بھاشا سے نہیں نکلی"[2] اور یہ بھی کہا ہے کہ "برج بھاشا شورسینی اپ بھرنش کی سچی جانشین ہے لیکن وہ کھڑی بولی کی ماں نہیں بہن ہے"[3] ڈاکٹر شوکت سبزواری نے بھی اردو اور برج کے بنیادی لسانی اختلافات پیش کر کے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ "اردو برج سے مختلف، آزاد اور مستقل زبان ہے"[4]

---

[1] مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو۔ ص ۲۱۹۔
[2] " " " ص ۲۱۸۔
[3] " " " "
[4] داستانِ زبانِ اردو، ص ۷۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ . . . " اُردو کا لسانی سرمایہ زیادہ پیچیدہ اور بعض حیثیتوں سے زیادہ قدیم ہے وہ برج سے کسی طرح بھی ماخوذ نہیں ہو سکتا . . ." سے

اردو اور برج کے اُن تمام اختلافات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، جن کا ذکر پروفیسر مسعود حسین خاں اور ڈاکٹر شوکت سبزواری نے کیا ہے، ہم پروفیسر شیرانی کی ہمنوائی میں یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ :-

" جب ہم اُردو کے ڈول اس کی ساخت اور وضع قطع کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا ڈھنگ اور ہے اور برج بھاشا کا رنگ اور ہے دونوں کے قواعد و ضوابط و اصول مختلف ہیں . . ." سے

اور

" ان میں ماں بیٹی کا رشتہ نہیں ہے بلکہ بہنوں بہنوں کا ہے . . ." ۵ھ

سے " " ص ۵۷ -
سے پنجاب میں اردو، ص ۵۵، نسیم بک ڈپو لاٹوش روڈ، لکھنؤ، فروری ۷۰ء
۵ھ " " ص ۱۸ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی اُردو کی ابتدا کے متعلق رقمطراز ہیں :

"جب ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ بود و باش اختیار کرتی ہے تو یہ امر ناگزیر ہے کہ بول چال اور کام کاج میں ایک کے الفاظ دوسرے کی زبان میں منتقل ہوں۔

. . . . . .

. . . . . سورسینی کا دوسرا نام برج بھاشا ہے۔ یہ زبان بہت وسیع علاقہ میں بولی جاتی تھی۔ سندھ سے بہار اور لاہور سے مالوہ تک اس کی وسعت تھی۔ اردو زبان کا مخزن اسی برج بھاشا کو قرار دیا گیا تھا۔ مگر جدید تحقیقات کی رو سے یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے۔"

اُردو کی ابتدا کے متعلق اس وقت جو مختلف نظریے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

الف۔ اس کی ابتدا پنجاب سے ہوئی۔

لہ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اُردو، ص ۹ تا ۱۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ب - اس کی ابتدا سندھ سے ہوئی۔
ج - اس کی ابتدا دکن سے ہوئی۔
د - اس کی ابتدا دوآبۂ گنگا جمنا سے ہوئی۔

یہ امر تقریباً تصفیہ شدہ ہے کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے جن اصحاب کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی ابتدا سندھ اور دکن سے ہوئی وہ ایک حد تک غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے انھیں مقامات پر ہوئی۔

سندھ کی اسلامی حکومت کا آغاز ۷۱۲ء سے ہو چکا تھا اور صدیوں تک وہ یہاں حکومت کرتے رہے۔ حکومت کی رواداری اور ہندو مسلمانوں کے عام طور سے ملنے جلنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہمی تبادلۂ خیالات کے مواقع پیدا ہو گئے۔ ان حالات کے مدِنظر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہندو اور مسلمانوں کے امتزاج سے جو زبان بنی اس کا آغاز اسی مقام سے ہوا ہے تو غلط نہیں ہو سکتا لیکن جو تحقیقات ہوئی ہیں اس کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان فاتحوں کی اصلی زبان عربی تھی اس لحاظ سے جو زبان عالمِ وجود میں آتی وہ عربی اور سورا سینی سے مشترک ہوتی مگر چونکہ اس میں فارسی کا حصّہ زیادہ ہے اس لیے ہم یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ اردو کی ابتدا سندھ سے نہیں ہوئی۔ سندھ کے بعد مسلمانوں کی آمد سواحل ملیبار اور کرناٹک پر ہوئی . . . . . .

. . . . . .

جو دعویٰ اُردو کے دکن سے پیدا ہونے کا کیا جاتا ہے وہ بہت بڑی حد تک صحیح ہو سکتا ہے مگر جو امور سندھ سے اردو کی ابتدا ہونے کے مانع ہیں وہی امور یہاں بھی مانع آتے ہیں۔ اس لیے ہم دکن کو بھی اردو کا مولد نہیں قرار دے سکتے۔

پنجاب کے مولد ہونے کے متعلق مولف "پنجاب میں اردو" مولانا محمود شیرانی نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، مگر جب تک مسعود کا ہندی دیوان

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دستیاب نہ ہوان کی تحقیقات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا اور جیسا کہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری (تفصیل کے لیے دیکھو، "ہندوستانی لسانیات") کی رائے ہے "پنجابی زبان اردو کی ماں نہیں ہو سکتی، بلکہ بہن ہو سکتی ہے . . ."

سندھ، دکن، پنجاب کے خارج ہو جانے کے بعد اب صرف دوآبۂ گنگا جمنا باقی رہتا ہے جو اردو کے مولد ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے۔

موجودہ زمانے کے ماہرین لسانیات یعنی پروفیسر موسیو جولس بلاک پروفیسر ٹرنر، پروفیسر بیلی، پروفیسر چٹرجی اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری کی تحقیقات کی رو سے اردو کا سرچشمہ وہ زبان ہے جو پنجابی اور برج بھاشا دونوں کی ماں تھی (ہندوستانی لسانیات اور ہندوستانی صوتیات) یعنی وہ پراکرت زبان جو مسلمانوں کی آمد کے وقت پشاور سے لے کر الہ آباد تک بولی جاتی تھی۔

مسلمان فاتحین شمال کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو اول انھوں نے پنجاب میں قیام کیا مگر اس کے بعد دہلی کی جانب پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کے صدہا خاندان جو ترک، مغل اور افغان تھے جن کی زبان عام طور سے زیادہ تر فارسی تھی۔ پنجاب سے لے کر دہلی تک آباد ہوئے۔ اس زمانے میں یہاں "جدید ہند آریائی دور کی پراکرت" زبان بولی جاتی تھی۔ اس دیسی زبان میں غیر ملکیوں کی زبان کی آمیزش ہونے لگی اور اس امتزاج سے اردو کی پیدائش ہوئی۔

شمال کے فاتحین نے جب ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) میں دہلی کی چوہان سلطنت فتح کر لی تو یہ نئی زبان بھی اپنے ساتھ لائے۔ اس سرزمین برج میں مسلمانوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی اور اس پر برج کا زیادہ اثر نہیں ہوا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کا رخ کیا۔"

ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی کی کتاب "دکن میں اردو" سے طویل اقتباس میں نے اس لیے پیش کیا کہ ان کے نظریے سے متعلق ایک بڑی غلط فہمی رفع ہو جائے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اور ان کے خیالات واضح طور پر سامنے آجائیں تاکہ آئندہ کسی غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہے حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ علمی دنیا میں بھی ایسی غلط فہمیاں کس طرح پیدا ہوجاتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ پیدا ہوجاتی ہیں بلکہ اس حد تک مشہور ہوجاتی ہیں کہ صحیح معلوم ہونے لگتی ہیں ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی نے یہ قطعاً نہیں کہا کہ اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی پھر بھی لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ نصیر الدین ہاشمی دکن کو اردو کا مولد قرار دیتے ہیں۔ حیرت کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے جب گیان چند جیسے مستند اور بالغ نظر محقق کے یہاں بھی یہ جملہ ملتا ہے ... " نصیر الدین ہاشمی نے اردو کی ابتدا دکن سے کی لے "

ہاشمی صاحب کے اقتباس سے جو اہم باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں :

۱۔ دو قوموں کے باہمی ارتباط اور میل جول سے ایک کے الفاظ دوسرے کی زبان میں منتقل ہوجاتے ہیں۔

۲۔ سوراسنی کا دوسرا نام برج بھاشا ہے۔ یہ زبان سندھ سے بہار اور لاہور سے مالوہ تک بولی جاتی تھی۔ اردو زبان کا مخزن اسی برج بھاشا کو قرار دیا گیا تھا مگر جدید تحقیقات کی رو سے یہ بات پوری طرح صحیح نہیں۔

یہاں اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ سوراسنی کا دوسرا نام برج بھاشا نہیں ہے بلکہ برج بھاشا بھی اسی طرح سوراسنی (بلکہ شورسینی) سے تعلق رکھنے والی زبان ہے جیسی کہ اردو۔ برج بھاشا اردو کا مخزن نہیں ہے۔ اس پر تفصیلی روشنی آزاد کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت ڈالی جاچکی ہے۔

۳۔ اردو کی ابتدا مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی میل جول سے ہوئی۔ یا دوسرے الفاظ میں دیسی زبان اور غیر ملکیوں یعنی مسلمانوں کی

لے گیان چند، اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۲۴۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

زبان کے امتزاج سے اُردو کی پیدائش ہوئی اس سلسلے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری کا ایک اقتباس پیش کرنا ضرور سمجھتی ہوں۔ انھوں نے بالکل درست لکھا ہے کہ :

"کوئی زبان دو یا دو سے زیادہ زبانوں سے مل کر کبھی اس طرح وجود میں نہیں آتی کہ اصل و اساس کے لحاظ سے وہ دونوں میں سے ایک زبان نہ ہو۔ دونوں کا مجموعہ ہو۔ کچھ بنیادی عناصر اس نے ایک زبان سے لیے ہوں اور کچھ دوسری سے اور یہ مشترک عناصر یکساں اور مساوی درجے کے ہوں۔ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہوں۔ یہ قیاس صحیح کے خلاف ہے۔ زبانوں اور بولیوں کی تاریخ اس کی تردید کرتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی ڈیڑھ سو سے اوپر بولیوں میں سے جو اس کے طول و عرض میں رائج ہیں کوئی بولی بھی مخلوط نہیں۔ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے ملاپ سے کبھی کوئی تیسری زبان وجود میں نہیں آئی کہ وہ اصل ان سے جدا ہو۔ زبان زبان سے استفادہ کرتی ہے۔ کچھ دیتی ہے کچھ لیتی ہے۔ یہ لین دین عموماً فرعی یعنی غیر اساسی ہوتا ہے۔ دوسری زبان سے استفادہ کرنے کے بعد زبان کی فطرت نہیں بدلتی روپ بدل جاتا ہے۔ مزاجوں میں تغیر نہیں ہوتا، رنگ نکھر جاتا ہے . . ."[1]

۴۔ ہاشمی صاحب نے اُردو کی ابتدا کے متعلق چار نظریوں کا ذکر کیا جن میں اُردو کا مولد (۱) پنجاب (۲) سندھ (۳) دکن، اور (۴) دوآبۂ گنگ وجمنا کو بتایا گیا۔ ان میں سے سندھ، دکن اور پنجاب والے نظریوں کو انھوں نے خود رد کر دیا۔ اس ضمن میں انھوں نے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ پنجابی زبان اردو کی ماں نہیں ہو سکتی بلکہ بہن ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیرانی نے بھی پنجابی کو اردو کی ماں

---

[1] داستانِ زبانِ اُردو، ص ۵۸ تا ۵۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نہیں بلکہ بہن ہی بتایا ہے جس کا تفصیلی ذکر شیرانی کے نظریے کا جائزہ لیتے وقت کیا جا چکا ہے۔

۵۔ مختلف ماہرین لسانیات کی تحقیقات کی تائید کرتے ہوئے ہاشمی صاحب اسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اردو اس زبان سے مشتق ہے جو مسلمانوں کی آمد کے وقت پشاور سے لے کر الہ آباد تک بولی جاتی تھی۔ مسلمان فاتحین شمال کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو انھوں نے پنجاب میں قیام کیا اس کے بعد دہلی کی جانب پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کے صدہا خاندان پنجاب سے لے کر دہلی تک آباد ہو گئے۔ اس زمانے میں یہاں "جدید ہند آریائی" دور کی پراکرت بولی جاتی تھی اس دیسی زبان سے اردو کی پیدائش ہوئی۔

مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہاشمی صاحب کے نظریے سے بھی ہمارے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے اپنی اس تصنیف میں پیش کیا ہے اور جس پر تفصیلی گفتگو پہلے باب میں کی جا چکی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مولانا سید سلیمان ندوی

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ رقمطراز ہیں :

"مولانا سید سلیمان ندوی جیسے فاضل اجل کی ایک کتاب "نقوش سلیمانی" ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکی تھی جس میں مولانا کے مختلف مضامین اور خطبے شامل ہیں ان میں سے بعض بہت ہی قدیم یعنی ۱۹۱۵ء کے لکھے ہوئے تھے لیکن ۱۹۳۳ء کے ایک مقالے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو سندھ ہی میں بنی ہے چنانچہ وہ طویل بحث کے بعد جو نتیجہ اخذ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ "قرین قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ اسی وادیٔ سندھ میں تیار ہوا ہوگا ---- " (ص ۳۱) اس سے پہلے ایک خطبے میں انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ . . . " اردو زبان کا پیدا ہونا کسی ایک قوم یا قوت کا کام نہیں بلکہ مختلف قوموں اور زبانوں کے میل جول کا ایک ناگزیر اور لازمی

لہ ' اردو کی ابتدا ' (مضمون) مشمولہ اردو لسانیات ، مرتبہ : ڈاکٹر فضل الحق ، ص ۳۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نتیجہ ہے . . . . اُردو شاہ جہاں کے عہد کی یادگار بتائی جاتی ہے لیکن اصل یہ ہے کہ غوریوں، خلجیوں اور تغلقوں ہی کے زمانے میں یہ پیدا ہو چکی تھی . . ." (ص ۹) ایک اور مضمون میں مولانا نے یہ رائے قائم فرمائی ہے . . . " یہ مخلوط زبان سندھ، گجرات، اودھ، دکن، پنجاب اور بنگال ہر جگہ کی صوبہ وار زبانوں سے مل کر ہر صوبہ میں الگ الگ پیدا ہوئی" (ص ۱۵۲)

واضح ہو کہ مولانا سلیمان ندوی کے یہ عجیب اور متضاد بیانات "پنجاب میں اردو" اور ہندستانی لسانیات کی اشاعت کے بعد شائع ہوئے ہیں جن میں اس مسئلے کو پوری طرح واضح کر دیا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے ان تحقیقی اور لسانیاتی کتابوں کے مطالعے کی زحمت ہی گوارا نہ فرمائی . . . . . .

. . . . اور چونکہ یہ . . . . . . لسانیات سے زیادہ تاریخ و ادب و نقدِ شعر کے ماہر تھے اس لیے اپنے علم و فضل اور وسعتِ معلومات کے باوجود اصل مسئلے سے دُور ہو گئے یا شاید انھوں نے دوسرے مصنفوں کی تحقیق یا نظریے سے ہم خیال ہونے کو اپنے تجرِ علم کے لیے کسرِ شان تصور کیا . . ."

زور صاحب کے مذکورہ بالا اقتباس سے سید سلیمان ندوی کے اردو کے آغاز سے متعلق خیالات کا علم ہو جاتا ہے۔ اب سید سلیمان ندوی صاحب کی کتاب سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

" مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں اس لیے قرینِ قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ اسی وادیِ سندھ میں تیار ہوا ہوگا . . .

. . . . موجودہ اردو ان ہی بولیوں کی ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ شکل ہے۔ یعنی جس کو آج ہم اردو کہتے ہیں اس کا آغاز ان ہی بولیوں میں

---

[1] نقوشِ سلیمانی : ص ۳۱-۳۳ (ص ۳۳-۳۵ مطبوعہ کراچی بحوالہ تاریخِ ادب اردو جلد اوّل از: ڈاکٹر جمیل جالبی - ص ۶۰۳ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

عربی و فارسی کے میل سے ہوا ہوگا۔"

مذکورہ بالا سطور ڈاکٹر جمیل جالبی نے سندھ میں اردو کی پیدائش کے سلسلے میں بطور دلیل پیش کی ہیں اور اس پر ہم جمیل جالبی صاحب کی کتاب پر تبصرہ کرتے وقت تفصیل سے بحث کریں گے۔ اب ڈاکٹر زور کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے انھوں نے درست لکھا ہے: [1]

"یہ واقعہ کہ مسلمان سندھ میں قریب چار صدیوں تک نشو و نما حاصل کرتے رہے بعض حضرات کو یہ خیال کرنے کی طرف مائل کرتا رہا کہ وہاں انھوں نے فطرتاً ایک زبان کی نیو ڈالی جو اردو کی ابتدائی شکل تھی . . . . . .
. . . . . اس میں کوئی شک نہیں کہ سندھ میں ایک زبان یقیناً ارتقا پاتی رہی مگر وہ اردو نہ تھی وہ اس زبان کی قدیم شکل تھی جو آج سندھی کہلاتی ہے . . ."

ڈاکٹر جین رقمطراز ہیں: [2]

"سندھ میں عربوں کے آنے سے قدیم سندھی متاثر ہوئی ہوگی۔ عربی اور سندھی کے میل سے اردو نہیں پیدا ہو سکتی . . ."

سلیمان ندوی صاحب کے نظریے کی بنیاد دو باتوں پر ہے ——— ایک یہ کہ اردو مسلمانوں کی آمد کے سبب وجود میں آئی اور دوسرے یہ کہ مختلف زبانوں کے اشتراک سے وجود میں آئی۔ ان دونوں باتوں پر بھی تفصیلی گفتگو

---

[1] ہندستانی لسانیات، ص ۹۲۔
[2] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق۔ ص ۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جمیل جالبی صاحب کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کی جائے گی ـــــ اردو سندھ میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی ان زبانوں سے مل کر وجود میں آئی۔ جن کا ذکر سلیمان صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس پر بھی مزید گفتگو اگلے باب میں کی جائے گی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر جمیل جالبی

کا

نظریہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جمیل جالبی صاحب نے اگرچہ اردو کے آغاز سے متعلق کوئی نظریہ پیش نہیں کیا مگر چونکہ ان کی کتاب "تاریخ ادب اردو" کی جلد اوّل میں تمہید، اختتامیہ اور ضمیمے میں اردو زبان کے آغاز اور جائے پیدائش سے متعلق بحث کی گئی ہے اس لیے اس ضمن میں ان کے خیالات کا جائزہ لینا نامناسب نہ ہوگا۔ انھوں نے تمہید میں اردو زبان اور اس کے پھیلنے کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ اختتامہ کے تحت اردو کے آغاز اور اس کے مولد کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ ضمیمے کے طور پر پانچ مقالے شامل کتاب کیے گئے ہیں۔ جن میں سے چار میں اردو زبان کے آغاز اور جائے پیدائش سے متعلق بحث کی گئی ہے اور جن کے متعلق انھوں نے لکھا ہے[1]:

"آخر میں ضمیمے کے تحت "پاکستان میں اردو" کو موضوع بنا کر پاکستان کے چاروں صوبوں میں اردو کے گہرے تعلق اور قدیم روایت کا سراغ لگایا

---

[1] ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اوّل (پیش لفظ)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

گیا ہے . . "

مذکورہ مقالات کے متعلق کچھ کہنے سے پیشتر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ جمیل جالبی صاحب نے اگرچہ اپنی کتاب کے پیش لفظ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان کی کتاب جدید انداز کی مربوط تاریخ ہے، متفرق مقالات کا مجموعہ یا تذکرہ نہیں ہے . . [1] لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ اس وضاحت کے باوجود ضمیمے کے طور پر پیش کیے گئے پانچ مقالوں میں سے چار کی حیثیت متفرق مقالات کی سی ہے جن کے عنوانات یہ ہیں :

- پنجاب اور اردو
- سندھ میں اردو
- سرحد میں اردو روایت
- بلوچستان کی اردو روایت

"پنجاب اور اردو" کے تحت رقمطراز ہیں [2] :

" شمالی ہند، گجرات اور دکن کے ادبیات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم نے اہلِ پنجاب کی خدمات اور زبانِ اردو سے ان کے گہرے قدیم تعلق کا ذکر اس جلد میں جا بجا کیا ہے ہم نے یہ بھی لکھا ہے کہ پنجابی لہجہ، آہنگ، تلفظ اور محاورہ شروع ہی سے اردو زبان کے مزاج اور خون میں شامل رہا ہے۔ اردو کو اہلِ پنجاب ہی نے اپنے سینے سے دودھ پلا کر پالا پوسا اور بڑا کیا ہے۔ اردو کی روایت اور تاریخ میں پنجاب اسی طرح شامل ہے جس طرح انسانی رگوں

---

[1] کتاب مذکورہ ۔ ص ز

[2] کتاب مذکورہ ۔ ص ۵۹۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے اندر دوڑتے ہوئے تازہ خون میں سُرخ و سفید جیسے . . "

ایک اور جگہ لکھتے ہیں[1]:

" سارے حالات و عوامل، تاریخی شواہد، تہذیبی و لسانی دھارے اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اُردو کا مولد پنجاب ہے . . "

مزید لکھتے ہیں[2]:

" اُردو شاعری کی روایت کے مطالعے سے، جو ناتھ پنتھیوں کے کلام اور پھر چھٹی صدی ہجری سے آج تک مسلسل سرزمین پنجاب پر جاری و ساری ہے، یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ زبان، جسے مسلمانوں نے یہیں سے اٹھایا، سینے سے لگایا اور اپنی فتوحات کے ساتھ سارے برِ عظیم میں پھیلا دیا، ایک ایسی زبان تھی جو یہاں مختلف علاقائی زبانوں کے درمیان ایک بین العلاقائی زبان کی حیثیت سے شروع سے موجود اور رائج تھی . . "

سندھ میں اردو کے تحت فرماتے ہیں[3]:

" غرض کہ یہ زبان اپنی ابتدائی شکل میں سندھ و ملتان کے علاقے میں عربوں کے زیرِ اثر بننی شروع ہوئی۔ محمود غزنوی کے بعد جب آلِ غزنہ نے سندھ و پنجاب اور میرٹھ تک کے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر کے لاہور

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۶۰۲

[2] " " ص ۶۶۹۔

[3] " " ص ۶۰۳ تا ۶۰۴

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کو اپنا دارالحکومت بنایا تو یہ نئی زبان ۱۰۲۶ء سے ۱۱۸۲ء تک اپنے خدوخال اس علاقے میں بناتی سنوارتی رہی . . ."

'سرحد میں اردو روایت' کے ذیل میں رقمطراز ہیں[1]:

"وہ اسباب و عوامل جو سندھ، ملتان، پنجاب، دہلی، یوپی، بہار، گجرات مالوہ اور دکن وغیرہ میں اردو کی پیدائش، ترقی اور ترویج کے تھے، وہی معاشرتی، سیاسی، تہذیبی و لسانی اسباب و عوامل اس علاقے میں موجود تھے جس کے ایک حصے کو آج ہم صوبہ سرحد کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ صوبہ سرحد کے اہل علم جب ان حالات و اسباب کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اردو کی جنم بھومی درحقیقت سرحد کا کوہستانی خطہ ہے۔ اردو جو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ تھی، اس کا خمیر سرحد کے سنگلاخ ماحول میں اس وقت سے تیار ہو رہا تھا جب ایرانیوں نے پہلے پہل ہندوستان پر دھاوے بولنے شروع کیے ایرانیوں کی آمد کا آغاز ۱۰۰۱ء میں محمود غزنوی کے حملوں سے ہوا اور سترھویں صدی عیسوی میں نادرشاہ درانی کے عہد تک مسلسل طور پر یلغار جاری رہی . . ."

——— سرحد میں اردو، مرتبہ: فارغ بخاری ص ۱۳۳۔

"اردو نے پشتو کے بطن سے جنم لیا . . ."

——— ادبیات سرحد، مرتبہ: فارغ بخاری جلد سوم ص ۱۲۶

"بلوچستان کی اردو روایت" میں[2] رقم طراز ہیں:

---

[1] کتاب مذکورہ۔ ص ۶۹۹۔

[2] " " " ص ۱۱۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"جیسا کہ پنجاب، سندھ اور سرحد کے اہلِ علم اپنے اپنے علاقوں کو سیاسی معاشرتی اور تہذیبی وجوہ کی بنا پر اردو کا گہوارہ اولیں بتاتے ہیں۔ اسی طرح جب بلوچستان کے ماہرین تاریخ و ادب اس علاقے کے معاشرتی اور تہذیبی عوامل کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ :

"اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہوئی کیونکہ یہی بلوچستان ہے۔ جو خلافتِ مشرقی کا صوبہ طوران ہوتا تھا اور محمد بن قاسم کی مہم کے بعد ایک زمانے تک اس علاقے میں عربی، فارسی اور سندھی زبانیں بولنے والے لشکروں کا میل ملاپ ہوتا رہا اور ان کی بول چال سے ایک نئی زبان تشکیل پانے لگی۔ اس نظریے کے ثبوت میں متعدد داخلی و خارجی شہادتیں موجود ہیں . . ."

(براہوئی اور اردو : از کامل القادری،
ص ۲۶، اورنیل کالج میگزین نومبر ۱۹۶۳ء)

اس لسانی و تہذیبی اشتراک کے علاوہ بلوچستان میں اردو کی باقاعدہ روایت، اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہو جاتی ہے۔"

لیجیے جناب جمیل جالبی صاحب نے اردو کی جائے پیدائش کو پنجاب سے سفر کراتے کراتے سندھ صوبہ سرحد اور بلوچستان تک پہنچا دیا۔ اس طرح انھوں نے حقِ وطنیت پورے پورے طور سے ادا کر دیا اور اردو کو مکمل طور پر پاکستانی بنا دیا۔ یہ بات باعثِ مسرت بھی ہے اور باعثِ سکون بھی کہ اردو کو پاکستان میں ترقی کے مواقع میسر ہیں اور اس کا مستقبل محفوظ ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اردو کی پیدائش کا شرف پاکستان کے ہر صوبے کو بخشا جائے؟ ممکن ہے کچھ مصلحتیں ہوں جن کے سبب ایسا کیا گیا ہو لیکن مصلحتوں کے بودوں کی آبیاری حقائق کے خون سے کرنا نہ صرف ناانصافی بلکہ ظلم ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ضمیمے کے طور پر شامل کیے گئے مذکورہ چار مقالے جن کا تعلق چاروں صوبوں سے ہے بعد میں کتاب میں شامل کیے گئے ہیں کیونکہ یہ چاروں مقالے ان چار سڑکوں کی طرح ہیں جو کسی چوراہے سے الگ الگ سمتوں کی طرف جاتی ہیں جس طرح چوراہے پر کھڑا ہونے والا انسان بیک وقت

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

چاروں سمتوں میں چاروں سڑکوں پر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح اردو کی جائے پیدائش سے دلچسپی رکھنے والا طالب علم ان چاروں صوبوں کو اردو کی جائے پیدائش قبول نہیں کر سکتا۔ کیا اردو کا آغاز کھیت میں اگائی جانے والی فصل کی طرح ہوا کہ فاتح مسلمان مٹھیاں بھر بھر کر ہر صوبے میں بیج بکھیرتے رہے اور لو دے اگتے گئے اور اگر ایسا تھا تو پھر پنجاب سے بات شروع کرنے کی بجائے دوسری طرف سے شروع کی جاتی۔ شاید جمیل جالبی صاحب یہ بات جانتے تھے کہ اُن کے یہ دعوے آسانی سے قبول نہیں کیے جائیں گے اسی لیے انھوں نے سندھ، ملتان، پنجاب، دہلی، یوپی، بہار، گجرات مالوہ اور دکن ہر ایک مقام کو اردو کی جائے پیدائش قرار دے دیا تاکہ کوئی بھی مقام اس شرف سے محروم نہ رہے اور لوگ اس بات کی شکایت نہ کر سکیں کہ موجودہ پاکستان کے ہر صوبے میں اردو کی پیدائش ہوئی تو ہندوستان میں کیوں نہیں ہوئی؟ اس لیے انھوں نے ہر ایک کو خوش کر دیا۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اردو کی پیدائش کسی ایک مقام پر کسی ایک وقت میں اس طرح نہیں ہوئی جیسے کہ بطنِ مادر سے بچہ عالمِ وجود میں آتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اردو ان تمام مقامات پر پیدا ہوئی جن کا ذکر جمیل جالبی صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور جن کے ساتھ وغیرہ کا لفظ بھی جڑا ہے گویا کچھ اور مقامات بھی باقی ہیں جہاں اردو پیدا ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اردو کہاں پیدا ہوئی؟ اور یہ کہ اگر وہ صوبہ سرحد یا صوبہ بلوچستان میں ہی پیدا ہو چکی تھی تو پھر وہی "نئی زبان" مسلمانوں کے ساتھ پنجاب اور اس سے آگے کیوں نہیں گئی؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر صوبہ سرحد میں یا سندھ میں کوئی نئی زبان بن چکی تھی تو پھر وہی زبان آگے جاتی اور الٹی گنگا بہانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جمیل جالبی صاحب نے چٹرجی کی کتاب 'انڈو آرین اینڈ ہندی' سے ایک دو جگہ حوالے بھی دے ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہوا کہ انھوں نے ان تمام حقائق کو یکسر نظر انداز کر دیا جو ہند آریائی زبان کے ارتقا کے سلسلے میں موجود ہیں اور پھر جہاں انھوں نے اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہیں اگر پروفیسر مسعود حسین خاں کی کتاب 'مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو' ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تین کتابوں 'اردو زبان کا ارتقا'، 'داستانِ زبانِ اردو'، 'اردو لسانیات'، ڈاکٹر زور کی کتاب 'ہندوستانی لسانیات'، اور گریرسن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے لسانیاتی جائزہ ہند کی جلد اوّل اور جلد نہم (حصہ اوّل) کو بھی قابلِ التفات سمجھا ہوتا - یا پھر ضمیمے کو شاملِ کتاب نہ کیا ہوتا - تو اس کتاب کا قاری اردو کی جائے پیدائش اور اس کے آغاز سے متعلق بھول بھلیوں میں گم ہو جانے کی بجائے کسی ایسے واضح اور متعین مقام پر پہنچ جاتا جو اس کے لیے ذہنی آسودگی، اور سکونِ قلب کا باعث بنتا ——— شاید جمیل جالبی صاحب نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اردو زبان کا طالب علم جب اردو زبان کے آغاز سے متعلق ابواب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی ذہنی الجھن اور ذہنی ناآسودگی کا شکار ہو جائے گا اور اس کا ذہن مسلسل اسی سوال کا جواب تلاش کرتا رہے گا یا یہ الفاظ دیگر اسی معمے کو حل کرنے میں لگا رہے گا تو وہ باقی کتاب سے کس طرح استفادہ کر سکے گا اور اس طرح وہ اس فرحت و انبساط سے بھی محروم رہ جائے گا جو ایک اچھی کتاب کے مطالعے سے حاصل ہوتی ہے - اچھی کتابیں ذہن و روح کے لیے غذا فراہم کرتی ہیں اور جمیل جالبی صاحب کی یہ کتاب 'تاریخ ادب اردو' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے، بلاشبہ بہترین کتاب کہلانے کی مستحق ہے - انھوں نے اردو ادب کی تاریخ لکھ کر اردو زبان و ادب پر بہت بڑا احسان کیا ہے - اور نہ صرف اردو زبان و ادب بلکہ اردو سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ ان کے اس احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے ایک ایسے خلا کو پُر کرنے کی کوشش کی ہے جو عرصۂ دراز سے موجود تھا اور جس کو ہر شخص محسوس کر رہا تھا - انھوں نے تنہا وہ کام انجام دیا ہے جو اداروں کو کرنا چاہیے تھا اور جو نہ کر سکے - ان کی اس کتاب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر یہاں مسئلہ صرف اردو زبان کے آغاز اور اس کی جائے پیدائش کا ہے ——— آمدم برسرِ مطلب!

ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کے مذکورہ بالا چاروں مقالوں میں دو باتیں خاص طور پر غالب نظر آتی ہیں - نمبر ایک یہ کہ اردو کئی زبانوں سے مل کر بنی - اور نمبر دو یہ کہ اردو ہندو مسلم اشتراک کا نتیجہ ہے - اگر جمیل جالبی صاحب ڈاکٹر شوکت سبزواری کی کتاب 'داستانِ زبانِ اردو' کو قابلِ التفات سمجھا ہوتا تو ان غلط فہمیوں کی بازگشت جمیل جالبی صاحب کی کتاب میں سنائی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نہ دیتی جو ان سے بہت پہلے میرامن اور ان کے متبع ہیں دوسرے بہت سے اہلِ علم کے یہاں موجود ہیں اور جن کی تردید شوکت سبزواری صاحب نے اپنی کتاب میں مفصل طور پر کی ہے اور اس بات کو بار بار دہرایا ہے کہ اردو کھڑی زبان سے وجود میں نہیں آئی ۔ ان کی اس بات کو دوسرے اہلِ علم نے بھی قبول کیا ہے ۔ ڈاکٹر سبزواری نے میکس مولر کے حوالے سے لکھا ہے کہ زبانوں کی تقسیم اور اس کے رشتوں اور قرابتوں کی تعیین ان کی صرفی و نحوی ساخت کے مطابق کی جاتی ہے ۔ فرہنگ الفاظ کی اس سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں۔[1]

ڈاکٹر سبزواری کی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے[2]:

" یہاں دو ایک غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے جو بار بار دہرائے جانے کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں کچھ اس طرح جم کر بیٹھ گئی ہیں کہ نکلنے کا نام نہیں لیتیں۔ ایک غلط فہمی جسے میں سب سے زیادہ خطرناک اور لسانی بحثوں میں حقیقت سے بھٹکانے والی سمجھتا ہوں یہ ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کو جوڑ کر کوئی تیسری زبان وضع کی جا سکتی ہے جو پہلی دو زبانوں سے جدا اور آزاد ہو۔ دو یا دو سے زیادہ رنگوں کی آمیزش سے ایک نیا اور دونوں سے مختلف رنگ ضرور تیار کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن دو زبانوں کی ترکیب سے کسی تیسری نئی زبان کی تعمیر ناممکن ہے۔ زبان نامی اور ذی حیات چیز ہے جو دوسری نامی چیزوں کی طرح مسلسل تغیر و ارتقا کے زیرِ اثر وجود میں آتی ہے۔ پاس پڑوس کی زبانوں سے غذا حاصل کر کے ان کی فضا میں سانس لے کر وہ فربہ اور توانا تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ مل کر کسی تیسری زبان کو جنم دینا اس کے بس کی بات نہیں ۔ ۔ ۔ "

---

[1] سائنس آف لینگویج دوسرا لیکچر، صفحات ۸۶ تا ۹۰ - اشاعت ششم، بحوالہ داستان زبانِ اردو ص ۳۰ ۔

[2] داستانِ زبانِ اردو، ص ۳۴ تا ۳۵ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر گیان چند نے ڈاکٹر سبزواری کی مندرجہ بالا رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے:[1]

"میرامن نے پہلی بار یہ نظریہ پیش کیا کہ اردو ایک ملواں زبان ہے جو فارسی بولنے والے نو وارد مسلمانوں اور دیسی زبان بولنے والے مقامی باشندوں کے سماجی، اور معاشی رابطے سے وجود میں آئی۔ اس نظریہ کو وہ سب علما دہراتے رہے جو علم لسانیات سے ناواقف تھے۔ ڈاکٹر سبزواری نے داستانِ زبانِ اردو میں واضح کیا کہ دال، اور چاول کو ملا کر کھچڑی تو بن سکتی ہے لیکن دو زبانوں کو ملا کر تیسری زبان نہیں بنائی جا سکتی اور یہ حقیقت ہے۔ زبان کے بنیادی مادّے اور اصول کسی ایک زبان کے ہوں گے ماخوذ زبان کو اسی ماخذ زبان کی بدلی ہوئی شکل کہا جائے گا۔۔۔"

اسی سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند کا ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے:[2]

"زبان کے تعین میں غیر بنیادی ذخیرۂ الفاظ کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ کہیں سے بھی مستعار لیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بنیادی اور اصل ذخیرے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے۔ اس کے باوجود بنیادی الفاظ اور بنیادی اصول تصریف کی بنا پر زبان کا شجرۂ نسب طے کیا جاتا ہے۔ دخیل الفاظ کو لے کر کسی زبان کو کسی زبانوں کا ملغوبہ نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً انگریزی، ٹیوٹانک یا جرمن خاندان کی زبان ہے لیکن اس میں ۵۰٪ سے زیادہ الفاظ لاطینی الاصل ہیں یا ملیالم میں کم از کم دو تہائی الفاظ سنسکرت کے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ انگریزی، لاطینی اور جرمن سے مل کر بنی ہے یا ملیالم سنسکرت اور تامل کے اختلاط کا نتیجہ ہے تو ان بیانات پر ماہر لسانیات تو کیا عطائی بھی ہنسے گا۔ اسی طرح اردو کو یہ کہنا کہ وہ فارسی اور ہندی سے مل کر بنی ہے غیر لسانی بیان ہے۔۔۔"

---

[1] ڈاکٹر گیان چند، اردو زبان اور فارسیت (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۶۱۔

[2] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۵۱ تا ۳۵۲۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اُردو کے آغاز کے نظریوں پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر سبزواری رقمطراز ہیں[1]:

"اردو کے آغاز کے سلسلے میں آج تک جو نظریے اہلِ علم نے پیش کیے ان میں سنجیدہ اور غیر سنجیدہ سبھی قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک نظریہ جسے میں غیر سنجیدہ سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اُردو کھچڑی ہے۔ چڑیا لائی چاول کا دانہ، چڑا لایا مونگ کا دانہ۔ دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی۔ عربی، فارسی الفاظ مسلمان اپنے ساتھ لائے ہندوؤں نے ہندی افعال و حروف فراہم کیے۔ ہندو مسلمان کے میل ملاپ سے اُردو نے مغلوں کے زمانے میں یا اس سے کچھ پہلے جنم لیا۔ مسلمان اہلِ علم زیادہ تر اسی خیال کے ہیں۔ مسٹر زینکوف فرماتے ہیں ... " ہندی مسلمانوں میں ابھی تک یہ خیال عام ہے کہ اُردو ان مختلف زبانوں اور بولیوں کے اختلاط و آمیزش کے جو مغلوں کے دربار میں بولی جاتی تھیں، وجود میں آئی ..."

(بلیٹن اورینٹل اسکول آف اشنڈیز لندن جلد ۸، ص ۴۷۷)

میرامن سے لے کر مولانا محمد حسین آزاد تک مسلمان اہلِ علم نے اُردو کے آغاز کی بابت جو کچھ لکھا ہے مولانا شیرانی نے اپنی کتاب میں درج کردیا ہے ....

.... مولانا شیرانی اگرچہ اُردو کو ان مسلمان اہلِ علم کی طرح فارسی ہندی الفاظ کے خلاملا کا نتیجہ نہیں سمجھتے لیکن وہ اس سے پوری طرح متفق ہیں کہ اُردو کا آغاز اس وقت ہوا جب مسلمان ہندوستان آئے۔

....

.... مسلمان اہلِ علم نے اُردو کا سنگِ بنیاد دہلی میں رکھ کر اس کا نشو و نما غوریوں کے عہد میں دکھایا اور شاہجہاں کے عہد میں پروان چڑھایا مولانا شیرانی پنجاب کو اس کا مولد بتاتے ہیں اور غزنویوں کے عہد میں اسے پھولتا پھلتا دکھاتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے مولانا شیرانی عام مسلمان اہلِ علم کے خلاف اُردو کی قدامت کے قائل ہیں۔ وہ اس کے آغاز کو مغلوں یا غلجیوں سے پیچھے ہٹا کر

---

[1] داستان زبانِ اُردو، ص ۴۴ تا ۴۵۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

غزنویوں کے عہد تک لے گئے۔"

سید سلیمان ندوی نے ایک قدم اور پیچھے ہٹا کر اردو کا مولد سندھ کو قرار دے دیا اور اس کا ہیولیٰ وادی سندھ میں تیار کرا دیا۔ انھوں نے فرمایا[1]:

"مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں اس لیے قرینِ قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ انہی وادی سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔ موجودہ اردو ان ہی بولیوں کی ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ شکل ہے یعنی جس کو آج ہم اردو کہتے ہیں اس کا آغاز ان ہی بولیوں میں عربی و فارسی کے میل جول سے ہوا ہے . . ."

ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے اردو کی پیدائش کے متعلق سلیمان ندوی صاحب کے مذکورہ بالا بیان کو صحیح قرار دیتے ہوئے اور اس کو بنیاد بناتے ہوئے عمارت مکمل کر دی اور یہ بھی صادر فرما دیا کہ[2]:

"سندھ و ملتان میں پروان چڑھنے والی یہ زبان پنجاب اور ترک افغانوں کی توانائیوں کو جذب کر کے صدیوں بعد دہلی پہنچی اور وہاں کی بولیوں سے نیا رنگ و نور لے کر جلد ہی مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ سارے برِ عظیم کی مشترک زبان بن گئی اور اب بارہ سو سال بعد پھر اپنے وطنِ مالوف واپس آ کر دائرہ کو مکمل کرتی ہے جو محمد بن قاسم کی فتح سندھ ۹۴ھ/۷۱۲ء کے فوراً بعد بننا شروع ہوا تھا . . ."

لیجیے جناب! دائرہ مکمل ہو گیا۔ اب آپ اس پر خوشی منائیے — اظہارِ تاسف کیجیے۔

---

[1] نقوشِ سلیمانی، ص ۳۱ - ۳۳، ص ۳۴ - ۳۵ - مطبوعہ کراچی بحوالہ تاریخ ادبِ اردو از جمیل جالبی - ص ۶۷۳ -

[2] کتاب مذکورہ - ص ۶۸۰ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

یا دانتوں تلے انگلی دبا کر محوِ حیرت ہو جائیے یا پھر خیالات کے سمندر میں غوطہ لگائیے۔ اور غرق ہو جائیے۔ اتنا ہی نہیں جمیل جالبی صاحب نے اور بھی بہت سے حرکے کے دعوے کیے ہیں اور مختلف لوگوں کے اقتباسات کا سہارا لے کر جو کچھ فرمایا ہے اس کا لب لباب یہ ہے:-

① اردو کی جنم بھومی سرحد کا کوہستانی خطہ ہے[1]

② اردو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ تھی[2]

③ اس کا خمیر سرحد کے سنگلاخ ماحول میں ایرانیوں کے حملوں کے وقت سے تیار ہو رہا تھا[3]

④ اردو نے پشتو کے بطن سے جنم لیا[4]

⑤ اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہوئی[5]

⑥ عربی فارسی اور سندھی زبانوں کے اختلاط سے اُردو کی پیدائش عمل میں آئی[6]

⑦ اس زبان کا مولد وہ علاقہ ہے جہاں مختلف الزبان لوگ آپس میں مل جل رہے ہوں۔ ملنے جلنے کا یہ عمل خواہ پنجاب و سندھ میں ہو رہا ہو یا دہلی شمالی ہندوستان دکن اور گجرات میں[7]

⑧ وہ اسباب و عوامل جو سندھ، ملتان، پنجاب، دہلی، یوپی، بہار، گجرات مالوہ اور دکن وغیرہ میں اُردو کی پیدائش، ترقی اور ترویج کے لئے

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۶۸۰۔
[2] " " ص ۶۹۹۔
[3] " " ص ۶۹۹۔
[4] " " ص ۶۹۹۔
[5] " " ص ۷۱۱۔
[6] " " ص ۶۷۳۔
[7] " " ص ۵۱۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

وہی معاشرتی، سیاسی، تہذیبی ولسانی اسباب وعوامل اس علاقے میں موجود تھے جس کے ایک حصے کو آج ہم صوبہ سرحد کے نام سے موسوم کرتے ہیں[۱]

(۹) یہ زبان اپنی ابتدائی شکل میں سندھ و ملتان کے علاقے میں عربوں کے زیر اثر بننی شروع ہوئی ہے[۲]

(۱۰) عربی، فارسی کے ہردم استعمال نے ایک مشترک زبان کو ابھرنے، بڑھنے اور پھیلنے میں بہت مدد دی ہے[۳]

(۱۱) پنجابی کا اردو سے وہی تعلق ہے جو ایک ماں کا اپنی بیٹی سے ہوتا ہے[۴]

(۱۲) سارے حالات وعوامل، تاریخی شواہد، تہذیبی ولسانی دھارے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اردو کا مولد پنجاب ہے[۵]

(۱۳) اردو اور پنجابی ایک ہی زبان کے دو روپ ہیں[۶]

(۱۴) اس کا ایک ہیولیٰ سندھ و ملتان میں تیار ہوا - پھر یہ لسانی عمل سرحد اور پنجاب میں ہوا[۷]

(۱۵) اردو زبان ہر اس علاقے میں تیزی سے پروان چڑھی - جہاں مختلف اقوام کو سیاسی اور معاشرتی سطح پر ایک دوسرے سے ملنے جلنے کی ضرورت پیش آئی - تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے سندھ میں ہوئی اور معاشرتی سطح پر ملنے جلنے کی ضرورت بھی سب سے پہلے

۱۔ کتاب مذکورہ - ص ۶۹۹ -
۲۔ " " ص ۶۰۳
۳۔ " " ص ۶۲۶
۴۔ " " ص ۵۹۸
۵۔ " " ص ۶۰۲
۶۔ " " ص ۶۱۳
۷۔ " " ص ۳ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نہیں پیش آئی ہے[1]

مذکورہ بالا بیانات کے تضاد کو قارئین خود محسوس کر سکتے ہیں۔ ہم ان متضاد بیانات پر آگے چل کر گفتگو کریں گے البتہ یہاں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جمیل جالبی صاحب نے اردو کے آغاز کا سبب، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد بتایا ہے اور اردو کو ہندو مسلم میل جول کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سبزواری نے اردو کے آغاز کو مسلمانوں کی آمد سے جوڑنے کی دو وجہیں بتائی ہیں۔ فرماتے ہیں[2]:

”پہلی اور بڑی وجہ میرے خیال میں اردو کا عربی و فارسی سرمایہ ہے۔ اردو میں ہندوپاکستان کی دوسری بولیوں کے مقابلے میں فارسی و عربی الفاظ بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ ان الفاظ کی فراوانی کو دیکھ کر اہلِ علم نے سمجھا کہ اردو اسلامی دور میں اسلامی اثرات میں بنی اور وہ اردو کی ابتدا کا کھوج ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے قیام و اقتدار سے لگانے لگے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کسی زبان کے لیے دوسری زبان سے اخذ و استفادہ عام اور سامنے کی بات ہے۔ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی اور ترقی یافتہ زبان نے فاتح اقوام کی زبان سے استفادہ کیا۔ اس کے الفاظ و کلمات کی آغوش کھول کر پذیرائی کی۔ انگریزی نے فرانسیسی کی وساطت سے لاطینی الفاظ، سابقے، لاحقے جمع کے قاعدے تذکیر و تانیث کے اصول بڑی بے تکلفی سے قبول کیے جو آج انگریزی کے مزاج میں دخیل ہیں۔ اردو نے عربی و فارسی عناصر کے ساتھ اتنی بے تکلفی نہیں برتی ورنہ یہ عناصر اردو کی فطرت میں جذب ہو سکتے۔ اس کے باوجود اردو کو اردو والوں نے مسلمانوں کی ساختہ پرداختہ زبان بتایا۔ انگریزی والوں میں سے کسی نے بھی موجودہ انگریزی کی پیدائش کو نارمن فتوحات کا نتیجہ قرار نہیں دیا۔ ہمارے

---

[1] مذکورہ کتاب۔ ص ۶۰۱۔

[2] داستانِ زبانِ اردو۔ ص ۴۶ تا ۵۲۔

[3] پنجاب میں اردو۔ مقدمہ۔ ص ۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اہلِ علم نے اس پر غور کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟ اس میں شک نہیں کہ اردو نے فارسی و عربی الفاظ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیے جو رچ بچ کے اُردو ہو گئے لیکن اُردو کا مزاج بدستور ہند آریائی رہا۔ فارسی و عربی کا اس پر کوئی پرچھانواں نہیں پڑا۔ فارسی، عربی اثرات جنھیں اسلامی اثرات کا نام دیا جاتا ہے اور جن کی بنا پر اُردو کی ابتدا مسلمانوں کی فتوحاتِ ہند سے بتائی جاتی ہے، یہ ہیں :

(۱) فارسی و عربی کے مفرد الفاظ جنھیں ہم دخیل کہتے ہیں جیسے کتاب، خط پیام وغیرہ۔

(۲) یائے نسبت۔ جیسے کتابی، دہلوی وغیرہ۔

(۳) اضافت جیسے آبِ جو، دانۂ الائچی۔

(۴) فارسی و عربی جمع کے قاعدے جیسے کتب، مجالس، بندگانِ خدا وغیرہ۔

(۵) کہ بیانیہ۔ واؤ عطف اور چند سابقے لے۔ بر عیرہ۔

(۶) فارسی و عربی مرکبات خوش لو، بین السطور، ما بین درمیان۔

ان میں سے مفرد الفاظ اور مرکبات کا تعلق فرہنگ سے ہے اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ زبان کی فرہنگ میں ضروری نہیں کہ تمام الفاظ اس زبان کی پیداوار ہوں۔ وہ دوسری زبان سے بھی لیے جا سکتے ہیں۔ ان کی وجہ سے زبان کے مزاج، اس کی فطرت اور شخصیت پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ یائے نسبت اور اضافت یا جمع کے طریقے زبان کا جزو ہیں۔ اس لیے اس کی فطرت میں داخل ہیں لیکن معیاری اُردو میں ابھی تک نسبت، اضافت اور عربی، فارسی جمع کے طریقے دیسی یعنی ہندی الاصل الفاظ تک رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ ہندی لفظ کی طرف ہندی، فارسی یا عربی لفظ کی اضافت یا ہندی لفظ کے آخر میں یائے نسبت کا الحاق یا عربی و فارسی قاعدے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سے اس کی جمع ان میں سے کسی چیز کو بھی آج صحیح نہیں سمجھا جاتا اور اس قسم کی ترکیب اسلاف میں سے اگر کسی نے استعمال کی ہے تو اسے گنگا جمنی کہہ کر مضحکہ اڑایا جاتا ہے .....

..... مقام کی طرف نسبت کر کے مقامی کہہ سکتے ہیں لیکن جگہ کی طرف نسبت کر کے جگہی کہنا غلط ہے آب جو صحیح ہے آب گڑھل غلط - قاعدہ کی جمع قواعد درست ہے لیکن اس کے قیاس پر لوٹے کی جگہ لوائی درست نہیں - واؤ عطف کا حال بھی یہی ہے اس کے ذریعے دو فارسی لفظ یا ایک فارسی اور ایک عربی یا عربی الفاظ جوڑے جاتے ہیں - ہندی ، انگریزی ، ہندی فارسی یا عربی انگریزی لفظوں کے درمیان جو آج اردو میں مستعمل ہیں واؤ عطف لانا غیر فصیح ہی نہیں نا فصیح بھی ہے - اسے دیکھ کر اہل زبان ناک بھوں چڑھاتے ہیں - فارسی لاحقے اگرچہ آہستہ آہستہ زبان کے مزاج میں درک حاصل کرتے جا رہے ہیں اور ادھر کی ساٹھ سال سے بے دھڑک ، بے لاگ ، بے ڈھب قسم کی ترکیبیں جن میں - تو فارسی ہے اور لفظ ہندی ، عوام کے دربار میں قبول عام پا رہی ہیں لیکن فصحا بدستور انھیں نکسال باہر سمجھتے اور تا بمقدور ان کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں -

اردو کا سرمایہ ..... آپ کے سامنے ہے اس میں کون سی چیز ہے جسے مسلمانوں نے وضع کیا جس سے اردو کا خمیر بنا اور اس کا قلب تیار ہوا ؟

اس غلط فہمی کی دوسری وجہ مسلمانوں کا وہ سرپرستانہ اور مربیانہ سلوک ہے جو انھوں نے اردو کے ساتھ روا رکھا ..... مسلمانوں نے اٹھا کر اسے سینے سے لگایا اور نوک پلک سے درست کر کے اس قابل بنایا کہ اس کے ذریعہ شاعرانہ خیالات کا اظہار ہو سکے اس میں علمی اور فنی کتابیں لکھی جا سکیں - مسلمان جہاں گئے اردو ان کے ہمرکاب رہی - مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ اردو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی اور مقامی بولیوں کو پیچھے ڈھکیل کر اس نے مسلمانی قلمرو کی وسعت کے مطابق بہت جلد ایک عام اور ملک گیر زبان کا مقام حاصل کر لیا شاید اس سرپرستی اور مربیت کی بنا پر اردو کو مسلمانوں کی وضع

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کردہ زبان سمجھ لیا گیا۔ اردو کا نشو ونما مسلمانوں کی سرپرستی اور ان کے سیاسی اقتدار کے زیر سایہ ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے ارتقا کو ابتدا سمجھ کر اردو کو مسلمانوں کی ساختہ زبان قرار دے دیا گیا۔ میرے خیال میں ان دو وجوہ کے سوا کوئی تاریخی یا لسانی توجیہہ اس بے بنیاد خیال کی پیش نہیں کی جاسکتی ۔
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اردو کی ابتدا کا مسلمانوں سے یا سرزمین ہند میں ان کے سیاسی اقتدار کے قیام و استحکام سے کیا تعلق ہے ۔ ۔ ۔"

میں نے ڈاکٹر سبزواری کی کتاب سے طویل اقتباس اس لیے پیش کیا کہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ اردو کی ابتدا کا مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ اس میں شک نہیں کہ اردو کے ارتقا میں مسلمانوں کا ہاتھ رہا ہے اور یہی سبب ہے کہ بہت سے اہلِ علم اردو کے آغاز کو مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے جوڑ دیتے ہیں۔اور یہی جمیل جالبی صاحب نے کیا ہے ۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری صاحب کی کتاب کو داستانِ زبانِ اردو کے چودہ سال بعد جمیل جالبی صاحب کی کتاب تاریخ ادب اردو۔جلد اوّل لکھی گئی اور جمیل جالبی صاحب نے نہ صرف یہ کہ ان تمام غلط فہمیوں کو از سرِ نو زندہ کردیا جن کو شوکت سبزواری صاحب مدلل بیانات کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار چکے تھے ۔ بلکہ بہت سے عجیب و غریب اور متضاد خیالات پیش کر کے طالبانِ علم کو ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر اردو کی ابتدا کہاں ہوئی اور کون سی زبان سے ہوئی۔ ان کی کتاب سے دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے اختتامیہ کے تحت تحریر کیے ہیں :

" اس زبان کی تاریخ برِ عظیم میں مسلمانوں کی آمد کی تاریخ شروع ہوتی ہے جیسے وہ اسی سرزمین سے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہیں اور اپنی زبانوں کے الفاظ ملا کر اپنی فکر، تخلیقی صلاحیت اور نظامِ خیال کی قوتوں سے سہارا دے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کر برِ عظیم پاک و ہند کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلا دیتے ہیں۔"[۱]

"اس زبان کا مولد ہر وہ علاقہ ہے جہاں مختلف الزبان لوگ آپس میں مل جل کر رہے ہیں۔ ملنے جلنے کا یہ عمل خواہ پنجاب و سندھ میں ہو رہا ہو یا دہلی شمالی ہندوستان دکن اور گجرات میں"[۲]

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جمیل جالبی صاحب کی نظر میں اردو کے آغاز کی دو وجہیں ہیں:

۱۔ مسلمانوں کا ہندوستان میں داخل ہونا اور
۲۔ مختلف الزبان لوگوں کا آپس میں ملنا جلنا۔ ملنے جلنے کا یہ عمل خواہ پنجاب و سندھ میں ہو یا دہلی شمالی ہندوستان، دکن اور گجرات میں۔ یوں تو جمیل جالبی صاحب نے اردو کی جائے پیدائش ہونے کا شرف بہت سے مقامات کو بخشا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس نمبر ۲ سے بھی ظاہر ہے لیکن کچھ مقامات کا ذکر بطورِ خاص بھی کیا ہے اور ان پر الگ الگ مضامین سپردِ قلم کیے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا ان کی کتاب میں ضمیمے کے طور پر پانچ مقالے شامل کیے گئے ہیں جن میں سے چار مقالے یہ ہیں:

(۱) پنجاب اور اردو۔
(۲) سندھ میں اردو۔
(۳) سرحد میں اردو روایت۔
(۴) بلوچستان کی اردو روایت۔

مذکورہ بالا چاروں مقالوں میں پاکستان کے چاروں صوبوں یعنی صوبہ پنجاب،

---

[۱] تاریخ ادب اردو۔ جلد اول، ص ۵۰۶۔
[۲] 〃 〃 〃 ص ۵۰۶ تا ۵۰۸۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

صوبہ سندھ، صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان کو اردو زبان کی جائے پیدائش ہونے کا شرف بخشا گیا ہے۔ اگرچہ ان پر سرسری گفتگو پہلے بھی کی جا چکی ہے لیکن اب دوبارہ ذرا تفصیل سے بحث کی جائے گی۔ ہم اپنی گفتگو کا آغاز آخری مقالے سے کرتے ہیں۔

'بلوچستان کی اردو روایت' کا ذکر کرتے ہوئے جمیل جالبی صاحب نے کامل اتقادی صاحب کے مضمون 'براہوئی اور اردو' سے ایک اقتباس نقل کیا ہے، اور اس انداز سے کیا ہے جیسے وہ خود بھی اس کی تائید کر رہے ہوں۔ یہ اقتباس گزشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے اس لیے دوبارہ نقل کرنا ضروری نہیں۔ اس میں کامل صاحب نے اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے کی ہے اور کہا ہے کہ اس علاقے میں عربی، فارسی اور سندھی زبانیں بولنے والے لشکریوں کا میل ملاپ ہوتا رہا اور ان کی بول چال سے ایک نئی زبان تشکیل پانے لگی[1]۔ ان کا یہ کہنا کہ اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہوئی اور عربی، فارسی اور سندھی زبانوں کے اختلاط سے ہوئی، بالکل بے بنیاد ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ کسی نئی زبان کا ماخذ دو یا دو سے زیادہ زبانیں نہیں ہو سکتیں اور پھر اردو کو عربی، فارسی اور سندھی زبانوں کے اشتراک کا نتیجہ قرار دینا محض قیاس آرائی ہے اور کچھ نہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے نہیں ہوئی البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہو سکتی ہے کہ اردو کی باقاعدہ روایت اٹھارویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی تو خواہ مخواہ اس کی تشکیل کی ابتدا کا سہرا بلوچستان کے سر باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟

'سرحد میں اردو روایت' کے تحت جمیل جالبی صاحب نے اردو کے آغاز سے متعلق فارغ بخاری صاحب کی دو کتابوں 'سرحد میں اردو' اور 'ادبیاتِ سرحد' جلد سوم' سے دو اقتباسات اس انداز سے پیش کیے ہیں جیسے وہ ان دونوں کی تائید کر رہے ہوں جبکہ ان دونوں اقتباسات میں متضاد باتیں کہی گئی ہیں۔ پہلے اقتباس میں کہا گیا ہے کہ اردو کی جنم بھومی درحقیقت سرحد کا کوہستانی خطہ ہے، اردو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ تھی اور اس کا خمیر سرحد کے سنگلاخ ماحول میں اس وقت سے تیار ہو رہا تھا جب ایرانیوں نے پہلے پہل ہندوستان پر دھاوے بولنے شروع کیے۔ دوسرے اقتباس میں کہا گیا ہے کہ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے 'تاریخ ادب اردو' جلد اول، از ڈاکٹر جمیل جالبی، ص ۱۱۷۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اردو نے پشتو کے بطن سے جنم لیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اردو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ تھی تو پھر اردو نے پشتو کے بطن سے جنم کس طرح لے لیا؟ جمیل جالبی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اس بات کی وضاحت کر دیتے کہ ان میں سے کس بات کو وہ صحیح سمجھتے ہیں اور کس کو غلط ——؟

اردو کو پشتو سے ماخوذ قرار دینا غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جہاں جہاں افغان پشتو کے بیج لے کر پہنچے وہاں انھوں نے اردو زبان کا پودا لگایا انھوں نے اردو پشتو کی مشترکہ خصوصیات پر زور دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اردو جاننے والا پشتو کو بالکل نہیں سمجھ سکتا اور یہ بات میں اپنے تجربے کی بنا پر لکھ رہی ہوں۔ اتفاق سے میں اس وقت جبکہ یہ سطور لکھ رہی ہوں سری نگر سے تقریباً ۳۰ کلومیٹر دور منی گام (ایک پہاڑی مقام) میں اپنے شوہر (جو پولیس میں ڈی وائی ایس پی ہیں) کے ساتھ مقیم ہوں یہاں سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلے پر پٹھانوں کا ایک گاؤں آباد ہے جس کا نام گھنی باغ ہے۔ یہ پٹھان لوگ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آ کر یہاں کشمیر کے دور دراز علاقے میں بس گئے ہیں۔ ان کا رہن سہن، طرز معاشرت، انداز گفتگو سب کچھ بالکل وہی پرانا ہے اور ان کو اس بات پر فخر ہے کہ انھوں نے اپنی پرانی روایت کو برقرار رکھا ہے۔ ہم ان لوگوں کی دعوت پر ان کے گاؤں گئے۔ ہماری فرمائش پر انھوں نے آپس میں پشتو میں گفتگو کی جس کا ایک لفظ بھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر اردو نے پشتو کے بطن سے جنم لیا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ پشتو زبان بالکل میری سمجھ میں نہ آتی جبکہ میری مادری زبان اردو ہے اور میں ضلع بجنور (مغربی اتر پردیش) کی رہنے والی ہوں جو میرٹھ اور مراد آباد کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کی زبان آج بھی معیاری اردو سے قریب ترین سمجھی جاتی ہے اور جہاں وہ بلا شرکت غیرے بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میری یہ دلیل یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں کہ اردو نے پشتو کے بطن سے جنم نہیں لیا مگر میں نے یہ واقعہ اس لیے بیان کیا کہ اس سے کم از کم اس حقیقت پر ضرور روشنی پڑتی ہے کہ اردو اور پشتو میں مشترکہ خصوصیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ماں بیٹی کا رشتہ رکھنے والی زبانیں ایک دوسرے سے بہت قریب ہوتی ہیں اور ایک کو بولنے والا دوسری کو کسی نہ کسی حد تک ضرور سمجھ سکتا ہے۔ سرحد کے پٹھانوں کو خوش کرنے کے لیے تو یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اردو پشتو کی بیٹی ہے مگر اس جملے کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نہیں۔ اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اردو نے پشتو سے کچھ نہ کچھ الفاظ ضرور لیے ہوں گے مگر ان کی حیثیت دخیل الفاظ سے زیادہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مذکردہ مضمون میں جمیل جالبی صاحب نے امتیاز علی خاں عرشی کی کتاب "اردو زبان کی بناوٹ میں پشتو کا حصہ" سے بھی ایک اقتباس اس انداز سے پیش کیا ہے جیسے وہ خود بھی اس کی تائید کر رہے ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ اردو زبان کی پیدائش کا سب سے بڑا سبب ہندوستان میں افغانوں کی آمد تھی اور اس نئی زبان میں عربی، فارسی ترکی اور مغلی کا سب نہیں تو بہت بڑا حصہ بھی افغانوں ہی کی زبان اور ان ہی کی وساطت سے داخل ہوا ہے جبکہ اس سے پہلے ہی صفحے پر اردو کے آغاز کو ایرانیوں کی آمد سے جوڑا گیا ہے۔

"سرحد میں اردو روایت" کے ذیل میں "اردو کو ہندوستان میں ایرانیوں کی آمد اور افغانوں کی آمد سے جوڑا گیا ہے جبکہ "سندھ میں اردو روایت" کے تحت فرمایا ہے کہ "... یہ زبان اپنی ابتدائی شکل میں سندھ و ملتان کے علاقے میں عربوں کے زیر اثر ہی شروع ہوئی ہوگی۔"[1]

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے سندھ کو اردو کی جائے پیدائش قرار دینے کے بھی دو اسباب ہیں جن کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱) مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد اور (۲) دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے اختلاط کا نتیجہ۔ ان دونوں اسباب پر تفصیل سے گفتگو کی جا چکی ہے یہاں اس کا اعادہ ضروری نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے ترقی کے منازل طے کرنے میں تیزی آ گئی۔

"بلوچستان کی اردو روایت" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ "اردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہوئی اور اردو عربی، فارسی اور سندھی زبانوں کے اشتراک سے وجود میں آئی لیکن "سرحد میں اردو روایت" کے تحت کہا گیا کہ "اردو کی جنم بھومی درحقیقت سرحد کا کوہستانی خطہ ہے اور اردو کو سنسکرت اور فارسی کے اختلاط کا نتیجہ قرار دیا گیا۔

---

[1] کتاب مذکورہ۔ ص ۶۶۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُردو کی تشکیل کی ابتدا بلوچستان سے ہو چکی تھی تو اردو کی جنم بھومی درحقیقت سرحد کا کوہستانی خطہ کیسے ہوگئی اور اگر بلوچستان میں اردو، عربی، فارسی اور سندھی زبانوں سے مل کر وجود میں آئی تو صوبۂ سرحد میں سنسکرت اور فارسی کے ملنے سے کیوں بنی جبکہ خود جمیل جالبی صاحب نے ص ۶ پر فرمایا ہے :[1]

"یہاں اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ برعظیم کی جدید آریائی زبانیں سنسکرت سے نہیں نکلی ہیں ..... یہ خیال غلط ہے کہ برعظیم کی کوئی جدید زبان سنسکرت سے نکلی ہے۔"

'سرحد میں اردو روایت' میں انھوں نے سندھ، ملتان، پنجاب، دہلی یوپی، بہار، گجرات، مالوہ اور دکن وغیرہ سبھی کو اُردو کی جائے پیدائش اور ترقی اور ترویج کے مراکز قرار دیا ہے۔ ان تمام مقامات کو اُردو کی جائے پیدائش قرار دینا سراسر غلط ہے۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ مذکورہ بالا مقامات اردو کی ترقی و ترویج کے مراکز رہے ہیں اور اس بات کا ذکر جمیل جالبی صاحب نے بھی کئی بار کیا ہے۔ ترقی و ترویج کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ پیدا بھی وہیں ہوئی۔ ارتقا کو ابتدا سمجھنا یقیناً غلط ہے۔

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اُردو نہ سندھ میں پیدا ہوئی نہ صوبہ سرحد میں اور نہ بلوچستان میں۔ رہی بات پنجاب کی تو مغربی پنجاب میں تو نہیں پیدا ہوئی البتہ جیسا کہ ہم دوسرے ابواب میں لکھ چکے ہیں۔ مشرقی پنجاب (جو آج ہندستان کا حصہ ہے) اور دوآبہ گنگ و جمن میں پیدا ہوئی جس کو مدھیہ دیش کہا جاتا ہے اور اس بات کی تصدیق جمیل جالبی صاحب کے بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ اگرچہ انھوں نے اپنی اس تصنیف میں یہ بھی کہا ہے کہ آغازِ اردو سے متعلق کوئی نظریہ پیش کرنا ان کے دائرۂ کار سے باہر ہے چنانچہ رقمطراز ہیں :

---

[1] کتاب مذکورہ، ص ۶۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"یہ بات ہمارے موضوع سے خارج ہے کہ اس زبان کا کپڑا کس دھاگے سے بنا گیا تھا یہ دھاگہ کس علاقے کی روئی سے تیار ہوا تھا اور یہ روئی کس کھیت میں پیدا ہوئی تھی"[1]

ہماری اس تصنیف کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ ماہرین لسانیات کے دریافت کردہ حقائق کی روشنی میں یہ متعین کریں کہ اردو زبان کا کپڑا کس دھاگے سے بنا گیا تھا۔ یہ دھاگہ کس علاقے کی روئی سے تیار ہوا تھا اور یہ روئی کس کھیت میں پیدا ہوئی تھی باوجودیکہ جمیل جالبی صاحب نے ان سوالات کے جواب ماہرین لسانیات پر چھوڑ دیے ہیں تاہم انھوں نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں جا بجا ان سوالات کے جواب فراہم کیے ہیں۔ ان کا پہلا سوال ہے کہ اردو زبان کا کپڑا کس دھاگے سے بنا گیا تھا اس سوال کا جواب خود انھوں نے اگلی ہی سطر میں پیش کر دیا ہے لکھتے ہیں[2]:

"ہمارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ یہ سب کے منہ چڑھی زبان جسے آج ہم اردو کے نام سے پکارتے ہیں جدید ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے..."

لیجیے جناب! یہ تو پتہ چل گیا کہ اردو زبان کا کپڑا جدید ہند آریائی زبان کے دھاگے سے بنا گیا یا بہ الفاظ دیگر اردو زبان جدید ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ دھاگہ کس علاقے کی روئی سے تیار ہوا تھا یعنی اردو کو جنم دینے والی جدید ہند آریائی زبان کون سے علاقے کی زبان تھی اس کا جواب خود جمیل جالبی صاحب کے الفاظ میں اسی صفحے پر ملاحظہ فرمایئے[3]:

"مدھیہ دیس (وسطی ہند) جس میں دوآبۂ گنگ وجمن اور اس کے شمال و جنوب

---

[1] کتاب مذکور، ص ۴۔
[2] کتاب مذکور، ص ۴۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کے علاقے شامل تھے ان کا گڑھ تھا - یہاں کے آریا اپنے علاوہ سب کو غیر مہذب اور وحشی سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان آریاؤں کو جو صدیوں بعد بر عظیم میں داخل ہوئے - مدھیہ دیس کے قدیم آریاؤں نے پساچی یعنی خونخوار اور وحشی کے نام سے پکارا[1] ۔ ۔"

جمیل جالبی صاحب پراکرتوں اور اپ بھرنشوں کے متعلق واضح خیالات نہیں رکھتے۔ پھر بھی انھوں نے دوسروں کے اقتباسات سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں[2] :

" یہ خیال غلط ہے کہ بر عظیم کی کوئی جدید زبان سنسکرت سے نکلی ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ سنسکرت اور دوسری جدید زبانوں کی اصل ایک ہے . . . . اپ بھرنشوں میں شورسینی اپ بھرنش کا حلقۂ اثر سب سے زیادہ وسیع تھا۔ اس کے حدود دکم و بیش ہر دوسری اپ بھرنش کے علاقائی حدود سے ملتے تھے۔ رفتہ رفتہ ۸۰۰ء اور ۱۰۰۰ء کے درمیان شورسینی اپ بھرنش بین الاقوامی آریائی زبان کی حیثیت سے استعمال میں آنے لگی جس نے مختلف علاقوں کی زبان کو ایک دوسرے سے قریب تر کر دیا . . . .

اردو اسی بین الاقوامی ملک گیر شورسینی اپ بھرنش کا جدید ترین روپ ہے اس اپ بھرنش کا اثر مسلمانوں کے آنے سے بہت پہلے بنگال سے پنجاب، سندھ، کشمیر، گجرات، راجپوتانہ تک اور شمالی ہند و نیپال سے مہاراشٹر تک جاری و ساری تھا . . . .

شورسینی کا اثر پنجاب، راجپوتانہ و گجرات کے ذریعے سندھ و ملتان میں بھی پھیلا ہوا تھا . . . .

---

[1] کتاب مذکور، ص ۴ -

[2] کتاب مذکور، ص ۶ تا ۱۱ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

. . . . . گیارھویں
صدی عیسوی سے لے کر سولھویں صدی تک یہ زبان جسے آج ہم اردو کے نام
سے پکارتے ہیں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دلی سے نکل کر برعظیم کے دور
دراز گوشوں تک پہنچ کر سارے برعظیم کی لنگوا فرینکا بن چکی تھی۔ یہ زبان
یہیں کی زبان تھی مسلمانوں نے اسے اپنایا۔ اپنے خونِ جگر سے سینچا اور اس
میں شائستگی کا سلیقہ پیدا کر کے سارے ہندوستان میں پھیلایا . . . .
. . . . . .

یہاں اس بات کا اعادہ ضروری ہے کہ زبان کا مولد تو شمال ہے
لیکن سیاسی و تہذیبی تقاضوں کے تحت اس نے ادبی زبان کا درجہ
شمال سے صدیوں پہلے گجرات و دکن میں حاصل کر لیا تھا۔"

لیجیے جناب! یہ بھی پتہ چل گیا کہ یہ دھاگہ کس علاقے کی روئی سے تیار ہوا تھا یعنی اردو نے جس ہند آریائی زبان سے ارتقا پایا وہ شورسینی اپ بھرنش تھی اور یہ اپ بھرنش مدھیہ دیش کی زبان کی ترقی یافتہ شکل تھی۔ چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جمیل جالبی صاحب نے اپنی کتاب کی تمہید میں اردو زبان اور اس کے پھیلنے کے اسباب پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے بھی ہمارے نظریے کی تائید ہوتی ہے اگرچہ کتاب کے آخر میں ضمیمے کے طور پر شامل چار مذکورہ مقالات میں انھوں نے عجیب و غریب بیانات اور متضاد خیالات کا اظہار کیا ہے جن پر تفصیلی گفتگو گزشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مُختلف نظریے

- ڈاکٹر سہیل بخاری
- میر امن
- مولوی عبدالحق
- ڈاکٹر بارنلے
- ڈاکٹر گریرسن

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر سہیل بخاری کا نظریہ :

ڈاکٹر گیان چند[1] رقمطراز ہیں :

"ڈاکٹر سہیل بخاری پاکستان کے دوسرے ماہر لسانیات ہیں۔ ان کے بہت سے مفروضات ایجادِ بندہ قسم کے ہوتے ہیں . . ."

ڈاکٹر سہیل بخاری نے اردو کو دراوڑی خاندان کی زبان بتایا ہے جبکہ تقریباً سبھی ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ اردو ہند آریائی خاندان کی زبان ہے۔ اردو کو دراوڑی خاندان کی زبان بتانا درست نہیں ہے —— ان کے لسانیاتی نظریات کے متعلق جین صاحب نے

---

[1] اردو کے آغاز کے نظریے (مضمون) مشمولہ حقائق، ص ۳۵۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

لکھا ہے : —

"پاکستان کے ماہرِ لسانیات ڈاکٹر سہیل بخاری، انوکھے غیر سنجیدہ اور ایجاد بندہ قسم کے لسانیاتی نظریات گھڑنے کے ماہر ہیں۔۔۔"

ل؎ لسانی مطالعے، ص ۲۱۳۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میرامن کا نظریہ :

اُردو زبان کے آغاز کے سلسلے میں میرامن کے نظریے کا ذکر بار بار کیا گیا ہے اور میرامن کے نظریے نے اکثر بہت سے اہلِ علم اور ماہرینِ لسانیات کو متاثر کیا ہے۔ یہاں تک کہ گریرسن جیسا ماہرِ لسانیات بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے چنانچہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میرامن کے نظریے کو بھی پیش کیا جائے۔ میرامن نے اپنی کتاب باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا ہے :[1]

"حقیقت اُردو کی زبان کی بزرگوں کے مُنہ سے یوں سُنی ہے کہ . . .

. . . ."

---

[1] میرامن دہلوی - باغ و بہار، ص ۱۳ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے، تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم، قدر دانی اور فیض رسانی اس خاندانِ لاثانی کی سُن کر حضور میں آکر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جُدی جُدی تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سُلف، سوال جواب کرتے۔ ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔۔۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مولوی عبدالحق کا نظریہ :

مولوی عبدالحق نے آٹھویں، نویں، دسویں اور گیارھویں صدی کی زبان کے نمونے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے :[1]

"قدما کے اقوال جو کسی خاص سوال کے جواب میں یا معمولی گفتگو میں آئے ہیں وہ خالص ہندی میں ہیں ان میں شاذ و نادر فارسی عربی لفظ نظر آتے ہیں ابتدائی کلام بھی سادہ ہندی ہے . . . . . .

. . . . . جس طرح انھوں نے ملک کے حالات کے لحاظ سے بعض ظاہری قیود کو توڑ کر اہلِ ملک سے ارتباط اور میل جول بڑھانے اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی . اسی

---

[1] اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، ص ۸۲ تا ۸۳ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

نظر سے انھوں نے ان کی اور اپنی زبانوں کو بھی ملانا شروع کیا۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوتے ہوتے اس میل اور ارتباط سے
خود بخود ایک نئی زبان بن گئی جو نہ ہندی تھی نہ فارسی، بلکہ ایک نئی مخلوط
زبان تھی جسے ہم اب اُردو یا ہندوستانی کہتے ہیں ۔ ۔ ''

مولوی عبدالحق کے خیالات کا ذکر چونکہ اکثر ماہرینِ لسانیات نے کیا ہے اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ ان کے خیالات انھیں کے الفاظ میں قارئین تک پہنچا دیے جائیں۔ ان کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اردو نثر کے ابتدائی نمونے یکجا کر دیے ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے ''اردو زبان کا ارتقا'' میں مولوی عبدالحق کے اقتباسات بہ طور سند پیش کیے تھے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر زور نے لکھا ہے[1]:

''اس میں شوکت صاحب نے ایک ستم ظریفی یہ کی ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کے ادبی و تنقیدی مضامین کے بعض ٹکڑوں اور بیانات کو بھی بطورِ سند پیش کیا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب کو نہ ماہرِ لسانیات ہونے کا خیال آیا اور نہ انھوں نے کبھی جدید لسانیات کی تالیفات اور تحقیقات کی طرف توجہ ہی کی۔ ۔ ''

میرامن اور مولوی عبدالحق کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے اہلِ علم حضرات ایسے ہیں جنھوں نے اُردو کے آغاز کا سبب ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد بتایا ہے اور اُردو کی بنیاد ملی جلی زبان پر رکھی ہے اور خود اردو کو بھی کھچڑی زبان قرار دیا ہے۔ ایسے بہت سے اہلِ علم حضرات کا ذکر پروفیسر شیرانی اور ڈاکٹر سبزواری وغیرہ اپنی کتابوں میں کر چکے ہیں —— یہاں ان سب کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ ڈاکٹر سبزواری نے ایسے تمام نظریوں کو غیر سنجیدہ نظریے قرار دیا ہے جن میں اردو

---

[1] اُردو کی ابتدا (مضمون) مشمولہ اُردو لسانیات، مرتبہ: ڈاکٹر فضل الحق، ص ۵۳ - ۵۴ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کو کھچڑی زبان قرار دیا گیا ہے۔ ہم اپنی اس تصنیف میں بار بار اس بات کو دہرا چکے ہیں۔ خاص طور پر پروفیسر مسعود حسین خاں اور ڈاکٹر جمیل جالبی کے نظریوں کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں کہ اردو کے آغاز کا سبب ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد نہیں ہے اور نہ ہی اردو کھچڑی زبان سے وجود میں آئی ہے اور نہ خود کھچڑی زبان ہے اس طرح کے بیانات قطعاً غیر لسانی بیانات ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے درست لکھا ہے:

"زبان کے سرمایۂ الفاظ کو لے کر اردو کی اصل کا سُراغ لگانا بے سود بھی ہے اور گمراہ کن بھی۔ اس سے جویائے حقیقت بہک سکتا ہے۔ علم و فضل کے لحاظ سے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جیسا کہ ڈاکٹر بارنلے اور گریرسن کے ساتھ پیش آیا۔ اوّل اوّل ان عالموں نے اردو کے بارے میں یہ رائے قائم کی کہ اس کی اصل برصغیر ہند و پاک کی کوئی خاص زبان نہیں وہ کئی زبانوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔"[1]

---

[1] اردو لسانیات، ص ۹۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر ہارنلے کا نظریہ :

ڈاکٹر ہارنلے لکھتے ہیں[1] :

"اردو مقابلتہً حال کی پیداوار ہے - یہ دہلی کے نواح میں جو مسلم اقتدار کا مرکز اور برج - مارواڑی - پنجابی کا سنگم تھا - بارھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئی - مقامی باشندوں اور مسلمان سپاہیوں کے اختلاط و ارتباط سے ایک ملی جلی زبان (اردو) وجود میں آئی جو صرفی نحوی اصول کی حد تک برج ہے اگرچہ اس میں پنجابی اور مارواڑی کی آمیزش بھی ہے اس کے کچھ الفاظ دیسی ہندی ہیں اور کچھ بدیسی یعنی فارسی و عربی۔"

---

[1] گوڈینی زبانوں کی گرامر، مقدمہ، ص ۶ - ۷، بحوالہ اردو لسانیات، ص ۹ -

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

ڈاکٹر گریرسن کا نظریہ :

ڈاکٹر گریرسن نے لکھا :[1]

" اُردو قواعد اور فرہنگ الفاظ کے لحاظ سے مخلوط نام اور مشترک زبان ہے۔ اس میں شمالی ہندوستان کی مقامی بولیوں کے علاوہ عربی، فارسی، ترکی، تیلگو زبان کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ اس کے صرفی نحوی قواعد نے شمالی ہندکی عام بولیوں سے خوشہ چینی کی ہے۔ اس لیے یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک مخصوص اور معین زبان سے ترقی پاکر بنی ہے "

لیکن ۱۹۰۰ء کے قریب جب انھوں نے ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ لیا اور اُردو کا صرفی نحوی اور تجزیاتی مطالعہ کیا تو انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا جس کا اعتراف انھوں نے

---

[1] ایل۔ ایس۔ آئی۔ جلد ۱ ۔ ص ۱۵۶ ۔ بحوالہ اُردو لسانیات ۔ ص ۹ ۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اس طرح کیا ہے :[1]

"ہندوستانی کے آغاز کے بارے میں آج تک اہلِ علم نے (جن میں میں خود بھی شامل ہوں) جو کچھ بھی لکھا میر امن کے دیباچہ باغ و بہار سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ میر امن کے بیان کے مطابق اردو ان مختلف لوگوں کی بولیوں کا معجون مرکب ہے جو دہلی کے بازاروں میں جمع ہو گئے تھے۔ اس غلط فہمی کو اوّل اوّل سر چارلس لائل نے ۱۸۸۰ء میں دور کیا اور اب ہندوستانی زبانوں کے تفصیلی لسانیاتی جائزے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی (اردو) بالائی دوآبہ اور مغربی ردیلکھنڈ کی (بول چال کی) زبان ہے۔ ان گھڑ اور گنوار الفاظ و محاورات نکال کر اسے ادبی نکھار سنگھار دے دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر گریرسن کی مذکورہ بالا رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سبزواری رقمطراز ہیں[2] :

"ڈاکٹر گریرسن کے اس اعتراف کے بعد یہ امر قریب قریب طے ہو چکا ہے۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں کہ اردو کی اصل برصغیر ہند و پاک کی ایک قدیم مخصوص اور متعین زبان ہے جس سے ترقی پاکر اردو وجود میں آئی۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون سی زبان ہے اور برصغیر کے کس علاقے میں بولی جاتی تھی؟"

اس سوال کا جواب ہی ہماری اس تصنیف کا بنیادی مقصد ہے۔ مختلف حقائق و شواہد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اپنی اس تصنیف میں یہ متعین کر چکے ہیں کہ اردو شورسینی اپ بھرنش کی عوامی شکل 'مغربی ہندی' سے ترقی پاکر وجود میں آئی جو 'مدھیہ دیش' میں بولی جاتی تھی (جس میں بالائی دوآبہ اور مغربی ردیلکھنڈ بھی شامل ہے)۔ یا بہ الفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ مغربی ہندی ہے اور صحیح مولد و منشا مدھیہ دیش۔

---

[1] ہندوستان کا لسانیاتی جائزہ، جلد ۱ حصہ ۱، حاشیہ ص ۴۳ بحوالہ اردو لسانیات از ڈاکٹر شوکت سبزواری ص ۱۰۔

[2] اردو لسانیات، ص ۱۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اِختتامیہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مدّھیہ دیش کو قدیم زمانے سے "آریائی ہند کا قلب" سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ علاقہ ہندوستان کا مرکز تھا۔ ہندو مت کی اعلیٰ اور مقدس سرزمین کی حیثیت سے وسطی علاقے کی شہرت دنا موری کو ہر جگہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہاں کے لوگ بھی اپنی شائستگی اور اپنی افضل تہذیب پر نازاں تھے۔ اس کی حد بندی شمال میں ہمالیہ جنوب میں وندھیاچل۔ مغرب میں سرسوتی (پنجاب) سے لے کر مشرق میں الہ آباد اور روہلکھنڈ (یوپی) تک کی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی روایات کے مطابق اس کے مشرقی سرے سے مغربی سرے تک سرسوتی نام کا مقدس دریا بہتا ہے جو انسانی آنکھ سے اوجھل ہے۔ گنگا جمنا کے درمیان کا دوآبہ مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب سب اس میں شامل ہیں۔ متھرا اور اس کے ارد گرد کا علاقہ بھی اس میں شامل تھے۔ سنسکرتی عہد کے جغرافیے میں جس علاقے کا نام بار بار آیا ہے اور جسے خالص آریوں کی جنم بھومی ہونے کا فخر حاصل ہے وہی مدھیہ دیش ہے۔

بارنلے اور گریرسن دونوں کے کہنے کے مطابق آریا ہندستان میں دو گروہوں میں آئے آریوں کا ایک گروہ اندرونی کہلایا اور دوسرا ان کے تین طرف نیم دائرہ کی شکل میں بیرونی۔ بارنلے کے کہنے کے مطابق پرانے آریا اندرونی کہے جائیں گے اور دوسرے بیرونی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تقریباً پندرہ سو سال قبل مسیح آریا قبائل قدیم ہند آریائی زبان بولتے ہوئے برصغیر ہند و پاک میں داخل ہوئے۔ اس زبان کے قدیم ترین نمونے رگ وید میں ملتے ہیں —— ۱۰۰۰ ق م تا ۶۰۰ ق م۔ —— شمالی ہند میں پنجاب سے لے کر بنگال تک پھیل چکے تھے اور ان کی زبان کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی اس عہد کی گروہ بندی اس طرح کی جا سکتی ہے :

① اودیچیہ شمال مغربی ہندستان کی زبان
② مدھیہ دیشیہ : مدھیہ دیش (انبالہ سے الہ آباد تک) کی زبان
③ پراچیہ : مشرقی ہندستان کی زبان

اودیچیہ (شمال مغربی ہندستان کی زبان)

آریوں کی قدیم معیاری زبان سے قریب تر ہونے کے باعث زیادہ کھری اور صحیح سمجھی جاتی تھی۔

پراچیہ (مشرقی ہندوستان کی زبان) اودھ، مشرقی یوپی اور مغربی بہار کے بعض حصّوں میں رہنے والے آریا قبائل کی زبان تھی۔ مغربی ہندوستان کے آریا ان علاقوں کے آریائی قبائل کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اسوروں (بھوت پرست) کی نسل سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کی زبان کو براہمنہ میں اشدھ کہا گیا ہے یہاں کی زبان اپنا آریائی لہجہ کسی حد تک کھو چکی تھی۔

مدھیہ دیش کی زبان بین بین تھی یہ نہ تو اودیچیہ کی طرح معیاری خیال کی جاتی تھی۔ اور نہ ہی پراچیہ کی طرح ذلیل اور پست۔ رفتہ رفتہ جیسے جیسے آریائی تہذیب کا مرکز پنجاب سے ہٹ کر دوآبۂ گنگ وجمن ہوتا گیا۔ مدھیہ دیش کی زبان خاص اہمیت حاصل کرنے لگی۔ اردو مدھیہ دیش کی اس قدیم زبان کی آخری کروی ہے۔ مدھیہ دیش کی یہ زبان اردو کا قدیم ترین روپ اختیار کرنے سے پہلے تین ارتقائی ادوار سے گزری۔

ڈاکٹر چٹرجی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر مسعود حسین خاں وغیرہ ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ آریوں کی آمد سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک ہندستان میں ہمیشہ مدھیہ دیشی (مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب) کی ہی کسی نہ کسی زبان کا راج رہا۔ عہد قدیم میں ویدک زبان اسی علاقے میں پورے طور سے نکھری۔ رگ وید کے آخری اشلوک

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

جمنا کی وادی میں لکھے گئے تھے۔ کلاسیکل سنسکرت کی نشوونما بھی مدھیہ دیش یعنی مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب میں ہوئی۔ عہد وسطیٰ میں مغربی یوپی کی شورسینی پراکرت (جس کا مرکز متھرا تھا) نے ہندوستان کی ادبی اور معیاری زبان کی حیثیت اختیار کی۔ شورسینی پراکرت کے بعد شورسینی اپ بھرنش کا دور آتا ہے اس عہد میں بھی اس علاقے کی اپ بھرنش کو عروج حاصل رہا۔ دوآبہ کی شورسینی اپ بھرنش سارے شمالی ہندوستان کی لنگوا فرینکا کی حیثیت رکھتی تھی جو گجرات و مغربی پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی۔

۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اپنے شباب پر تھی۔ سنسکرت اور پراکرت کے ساتھ ساتھ راجپوتوں کے درباروں میں اس نے بھی ایک خاص مرتبہ حاصل کر لیا تھا اور اس میں ادب بھی تخلیق ہو رہا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ نئی زبان ہمیشہ عوام کی زبان سے وجود میں آتی ہے ادبی زبان سے نہیں۔ قدیم آریائی زبان نے جب ادبی شکل اختیار کی تو اس کو سنسکرت کا نام دیا گیا۔ عوام کی بول چال کی شکل پراکرت کہلائی۔ پراکرت نے جب ادبی مرتبہ حاصل کر لیا تو عوام کی زبان کا دھارا آگے بڑھتا رہا اور عوام کی زبان کو اپ بھرنش کا نام دیا گیا اور جب اپ بھرنش نے بھی ادب کی راج گدی سنبھال لی تو عوام کی زبان کو 'مغربی ہندی' کا نام دیا گیا۔ 'مدھیہ دیش' کی زبان کو 'مغربی ہندی' کا نام گریرسن نے دیا ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری کو اس نام پر اعتراض ہے مگر یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اردو نے جس زبان سے ارتقا پایا وہ عوام کی بول چال کی زبان تھی اس لیے اس بول چال کی زبان کو 'مغربی ہندی' کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مغربی ہندی کے حدود وہی ہیں جو مدھیہ دیش کے ہیں۔ مغربی ہندی مدھیہ دیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی بہترین نمائندہ ہے کیونکہ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا 'مدھیہ دیش ہی وہ علاقہ ہے جہاں سنسکرت، شورسینی پراکرت اور شورسینی اپ بھرنش پروان چڑھیں۔

سنہ ۱۰۰۰ء میں جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوئے تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل 'مغربی ہندی' لاہور سے لے کر بنگال تک رائج تھی بلکہ یہ ایک طرح سے پورے شمالی ہندوستان کی لنگوا فرینکا بنی ہوئی تھی 'مغربی ہندی'

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں سے ہندستان کی جدید بولیوں کے بیچ پھوٹنا شروع ہوگئے تھے اگر مسلمان ہندستان میں داخل نہ بھی ہوتے تو بھی یہ زبانیں وجود میں آتیں مگر ان کی ترقی کی رفتار سست ہوتی ——— سنہ ۱۰۰۰ء تا سنہ ۱۱۹۳ء مغربی ہندی پانچ بولیوں میں تقسیم ہوگئی۔

① برج بھاشا
② ہندی
③ قنوجی
④ ہریانی اور
⑤ کھڑی بولی

یہ پانچوں بولیاں ایک ہی زمانے میں عالم وجود میں آئیں۔ مغربی ہندی کی شاخیں ہونے کے سبب ان سب میں لسانی مشابہتوں کا ہونا لازمی ہے۔ ان مشابہتوں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ اردو برج سے نکلی ہے (جیسا کہ محمد حسین آزاد نے کہا ہے) غلط ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اردو کی تشکیل براہ راست ہریانی کے زیر اثر ہوئی ہے، (جیسا کہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے کہا ہے) ——— اردو اور برج کے متعلق تفصیلی گفتگو محمد حسین آزاد کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کی جا چکی ہے۔

اردو اور ہریانی کے متعلق تفصیلی گفتگو بھی پروفیسر مسعود حسین خاں کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کی جا چکی ہے اور اس بات کی بھی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ اس سلسلے میں ان کا ذہن واضح نہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ متضاد بیانات لکھ گئے ہیں۔ خود انھیں کے اقتباسات کی مدد سے ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ سنہ ۱۰۰۰ء کے آس پاس جب ترک پنجاب کے میدانوں میں داخل ہوتے ہیں تو اس وقت شورسینی اپ بھرنش اور اس کی عوامی شکل 'مغربی ہندی' پنجاب سے لے کر بنگال تک اور پورے شمالی ہندستان میں رائج تھی۔ اور ہندستان کی جدید بولیوں کے بیچ اسی میں سے پھوٹنے شروع ہوگئے تھے۔ لیکن ان کا ارتقا مسلمانوں کی فتح دہلی کے بعد ہوا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں کھڑی بولی اور اردو کے سلسلے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

میں بھی واضح نہیں کبھی وہ اُردو اور کھڑی بولی کو ایک بتاتے ہیں اور کبھی دونوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ دو جداگانہ زبانیں ہوں - اس پر بھی تفصیلی گفتگو ان کے نظریے کا جائزہ لیتے وقت کی جا چکی ہے - حقیقت یہ ہے کہ اردو اور کھڑی بولی ایک ہی ہیں اور اُردو کھڑی بولی کی ترقی یافتہ شکل ہے - ان کو الگ الگ خیال کرنا مناسب نہیں -

پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنی تصنیف میں تحقیق کی جو سمت مقرر کی تھی اور تیسرے باب تک جس انداز سے بحث کرتے رہے تھے آخر کے دو ابواب میں وہ انداز قائم نہ رکھ سکے اور دوسروں کے نظریوں کا جائزہ لیتے وقت نیز اپنے نظریے کو پیش کرتے وقت دہلی کی زبان اور نواحِ دہلی کی بولیوں اور خاص طور سے ہریانی پر زیادہ زور دینے لگے - اس سلسلے میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے اپنے نظریے کی بنیاد پروفیسر جیولز بلاک کے جس اقتباس پر رکھی ہے اس سے کہیں بھی یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اُردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے بلکہ انھوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ ہندی لشکروں کے وہ لوگ جو پہلے پہل اپنی زبان کو دکن لے گئے، پنجاب سے متعلق تھے بلکہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کہ ان کے خیال میں مشرقی پنجاب کے اضلاع کی زبان لشکروں کے ذریعے دکن تک پہنچی ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے، مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو کا پانچواں باب) - کچھ پتہ نہیں چلتا کہ مسعود صاحب نے اس سے یہ نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا کہ اردو ہریانی کے زیرِ اثر بنی - بلکہ ان بیانات سے تو یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ زبان جو دکن پہنچی وہ مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ اور شمالی دوآبہ کی زبان تھی یعنی "مدھیہ دیش" کی زبان مغربی ہندی کی آخری شکل تھی جس میں سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹ رہے تھے لیکن ابھی ان کی شکلیں متعین نہیں ہو پائی تھیں بلکہ ان پر مختلف لسانی اثرات کارفرما تھے - خود پروفیسر مسعود حسین خاں کے بقول :—— "خسرو کی زبان دہلوی میں ایک سے زیادہ بولیوں کا محاورہ لسانی ارتقا کی جولاں گاہ میں آنکھ مچولی کھیل رہا تھا - دکن میں بھی ایک سے زیادہ بولیاں پہنچتی ہیں . . ." (مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو، ص ۲۷۰) - آگے چل کر پھر اسی طرح کی بات دہراتے ہیں —— "دکنی کا ماخذ بھی بولیاں ہیں

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

دکن میں یہ بولیاں ایک ایسی شکل میں پہنچتی ہیں جب وہ "سیال" تھی اور اس پر مختلف علاقائی اثرات کارفرما تھے۔ شمالی ہند میں ارتقا کا عمل متقدمین شعرائے دہلی بلکہ دبستانِ لکھنؤ تک جاری رہا جبکہ دکن میں علی قطب شاہ اور وجہی کے ادبی نمونوں میں اس کا روپ متعین ہو چکا ہے ___"

(مقدمۂ تاریخ زبان اردو۔ ص ۳۰۶)

یہاں ایک اور بات عرض کر دینا ضروری ہے کہ اُس وقت تک چونکہ زبان کا روپ متعین نہیں ہو سکا تھا اسی لیے شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ شمالی ہند کی اردو کسی اور بولی پر مبنی ہے اور دکن کی کسی اور بولی پر ____ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے وقت مغربی ہندی سے جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹ رہے تھے۔ ابھی پودے نہیں بن پائے تھے کہ اسی خام حالت میں مسلمانوں کے ساتھ دہلی لے جائے گئے۔ یہاں شیرانی کے اس بیان کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ: ___ "اردو ...... مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں . . ."

(پنجاب میں اُردو، ص ۱۹)

انھوں نے دوسری جگہ لکھا ہے: ___ "قطب الدین کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں اور ساتھ ہی ہندو اقوام بھی اس کو سمجھ سکیں اور جس کو قیام پنجاب کے زمانے میں وہ بولتے رہے ___"

(پنجاب میں اُردو، ص ۷۰)

ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ "یہ کوئی زبان" اور "کوئی ایسی زبان" وہی زبان ہے جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے یعنی مغربی ہندی کی آخری شکل جس میں سے جدید ہند آریائی زبانیں عالم وجود میں آ رہی تھیں۔ ظاہر ہے کہ زبانیں اس طرح تو وجود میں نہیں آتیں کہ جھٹ پٹ ایک زبان سے دوسری زبان پیدا ہو گئی بلکہ زبانوں کے علیحدہ روپ متعین ہونے میں کافی عرصہ درکار ہوتا ہے اور یہ تبدیلیاں رفتہ رفتہ ہوتی ہیں۔ یہاں ایک اور اہم بات کا ذکر ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ماہرین لسانیات اس بات پر اختلاف رائے رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی فتح دہلی کے وقت دہلی میں کون سی زبان رائج تھی۔ پروفیسر شیرانی نے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

عہدِ حاضر کا شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے اور دوسری طرف الٰہ آباد۔ اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارھویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی مگر اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اردو زبان پر مبنی نہیں ہے جو اس وقت دہلی کے اطراف اور دوآبہ گنگ و جمن میں بولی جاتی تھی۔ کیونکہ ہندآریائی دور کے آغاز کے وقت پنجاب کی اور دہلی کے نواح کی زبانوں میں بہت کم فرق تھا۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں[1]:

"زبانِ ہندستانی کا ارتقا پنجاب ہی سے شروع ہو چکا تھا۔۔"

سید احتشام حسین کہتے ہیں[2]:

"اردو نے اتری ہندوستان میں پورب پنجاب، پچھمی یوپی اور دہلی کے علاقے میں جنم لیا۔۔"

ڈاکٹر شوکت سبزواری رقمطراز ہیں[3]:

"اردو مدھیہ دیش کی ۔۔۔۔۔ قدیم زبان کی آخری کڑی ہے۔۔"

اپنی دوسری کتاب "داستانِ زبانِ اردو" میں لکھتے ہیں[4]:

"اردو یا ہندوستانی اپ بھرنش کے اس روپ سے ماخوذ ہے جو گیارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں مدھیہ دیش میں رائج تھا۔۔"

---

[1] ہندستانی لسانیات، ص ۹۷۔
[2] اردو کی کہانی، ص ۳۰۔
[3] اردو لسانیات، ص ۹۔
[4] داستانِ زبانِ اردو، ص ۱۳۰۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

مختلف ماہرین لسانیات کے بیانات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آریوں کے داخلۂ ہندوستان سے لے کر مسلمانوں کی فتوحات تک تقریباً ہر زمانے میں 'مدھیہ دیش' میں بولی جانے والی زبان کو ہی اہمیت حاصل رہی اور ۱۰۰۰ء کے آس پاس شورسینی اپ بھرنش پنجاب سے لے کر بنگال تک رائج تھی، جیسے جیسے شورسینی اپ بھرنش ادبی شکل اختیار کرتی گئی، ویسے ویسے عوام کی زبان اس کی جگہ لیتی گئی اور ترقی کرتی گئی، اسی زبان کو گریرسن نے 'مغربی ہندی' کا نام دیا جس سے آگے چل کر اردو بنی۔ اردو کی پیدائش کا زمانہ ۱۰۰۰ء سے ۱۱۹۳ء تک مقرر کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ مغربی ہندی کے حدود بھی وہی ہیں جو 'مدھیہ دیش' کے ہیں اس لیے ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اردو کا جنم 'مدھیہ دیش' میں ہوا۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ مغربی ہندی ہے اور اس کا صحیح مولد و منشا ہے مدھیہ دیش۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

تتمّہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

اُردُو

کے آغاز و ارتقا کو ہم استعاراتی زبان میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ اردو کا بیج 'مدھیہ دیش' میں پھوٹا، ابھی کونپلیں ہی پھوٹ رہی تھیں کہ ننھے سے پودے کو دہلی لے جایا گیا جہاں اس میں شاخیں اور پتے نکلنے شروع ہوئے۔ وہاں سے اس کی ایک قلم کو دکن لے جایا گیا جہاں وہ تناور درخت بن گئی۔ یہ تناور درخت اپنے برگ و بار سے لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک اور فرحت بخشنے لگا۔ رنگ برنگے پھولوں کی خوشبوؤں سے بادشاہوں کی محفلوں کو مسرور و مسحور کرنے لگا۔ پھولوں کے گلدستے جگہ جگہ بھیجے جانے لگے۔ اس پودے کی قلمیں جہاں جہاں لگیں خوب برگ و بار لائیں۔ ایک پودا ولی کے ساتھ دہلی پہنچا۔ وہاں اگرچہ ایک پودا پہلے سے بھی موجود تھا مگر نامساعد آب و خاک و باد اور کلچر کی کھاد نہ ملنے کے باعث مرجھایا ہوا تھا۔ اور فارسی کے تناور درخت کی چھاؤں کے باعث شاہی سرپرستی کی دھوپ سے محروم تھا۔

دہلی سے اس کی ایک قلم لکھنؤ پہنچی — وہاں کی آب و ہوا اس کو راس آئی اس کے پتوں پہ نکھار آیا۔ پھولوں کے رنگوں میں شوخی آئی، خوشنمائی میں اضافہ ہوا۔ نئی چمک دمک ملی۔ پھولوں کی مہک اور زیادہ مسحور کن ہو گئی۔ پھلوں میں بھی اضافہ ہوا۔ پھلوں کا ذائقہ پہلے سے زیادہ میٹھا اور دل خوش کن ہوا۔ اس کے پھولوں نے کبھی بادشاہوں کی محفلوں کو رونق بخشی کبھی سوگوار مجلسوں میں اداسی اور

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

رنگینی کا ماحول پیدا کیا۔ کبھی طوائفوں کے کوٹھوں کو رنگینی عطا کی۔ بادشاہت ختم ہوئی اسی کے ساتھ ساتھ اس کے مربی اور پرستار بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آبیاری کرنے والے مالی نہ رہے لیکن درخت چونکہ مضبوط ہو چکے تھے اپنی اپنی جگہ کھڑے رہے اور نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔ انگریزوں کے زمانے میں کاٹ چھانٹ کی گئی۔ انگریزی قلموں سے پیوند کاری کی گئی۔ پھولوں کے رنگ بدلے۔ پھلوں کے ذائقے میں تبدیلی آئی اس نادر درخت کے برگ و بار نے جہاں بادشاہوں کی مخنثوں کو سجایا تھا وہیں نامساعد حالات میں بھی لوگوں کو ٹھنڈی چھاؤں بخشی۔ اس کے پھولوں نے آزادی کے دیوانوں کو حوصلہ بخشا۔ آزادی کے بعد اپنے ہی دشمن بن گئے۔ کلہاڑیاں چلانے لگے۔ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینکنے کی کوششیں کرنے لگے۔ اپنے ہی وطن سے اس کو نیست و نابود کرنے کی سازشیں کرنے لگے۔ لیکن نامساعد حالات کی تند و تیز آندھیوں کے جھکڑ چلنے کے باوجود درخت اپنی جگہ جمے رہے۔ جڑیں بہت مضبوط تھیں اور دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اس لیے کلہاڑیاں چلانے والے اس کی جڑیں کھودنے میں ناکام رہے۔ کوششیں جاری ہیں دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کی قلموں کی ہمیشہ وطن سے دور دوسرے مقامات پر زیادہ آبیاری کی جاتی ہے آج بھی اس کو اپنے وطن سے دور (اگرچہ بہت زیادہ دور نہیں) ریاست جموں و کشمیر میں سرکاری سرپرستی حاصل ہے یہ درخت ہرا بھرا ہے اور رہے گا۔ خود اپنے وطن میں اور پورے ہندوستان میں جہاں جہاں اس کی قلمیں لگی ہیں وہاں آندھیوں بارشوں اور طوفانوں کے باوجود یہ درخت اپنی اپنی جگہ برقرار ہیں اور رہیں گے اور ان سب کا مقابلہ کرتے رہیں گے بڑے سے بڑے زلزلے بھی ان کو اپنی جگہ سے اکھاڑنے میں ناکام رہیں گے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

کتابیات

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۱۔ آزاد (شمس العلماء مولانا محمد حسین) : آبِ حیات، رام نرائن بینی مادھو پبلشرز و بک سیلرز۔ کٹرہ روڈ الہ آباد، ۱۹۰۶ء

۲۔ احتشام حسین : اردو کی کہانی۔ بارِ ہشتم (جدید ایڈیشن) مطبوعہ: سرفراز قومی پریس لکھنؤ۔ اگست، ۱۹۷۰ء

۳۔ اوجھا (رائے بہادر مہامہوپادھیائے گوری شنکر ہیرا چند) : قرونِ وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب۔ (مترجمہ: منشی پریم چند) ہندوستانی اکیڈمی، یو پی۔ الہ آباد، ۱۹۳۱ء

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۴- بیمز (جان) : ہندوستانی لسانیات کا خاکہ
ترجمہ مع حواشی و مقدمہ از سید احتشام حسین
مطبوعہ، نامی پریس لکھنؤ ستمبر ۱۹۷۱ء

۵- جمیل جالبی (ڈاکٹر) : تاریخ ادب اردو، جلد اوّل،
ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۶- چیٹرجی (ڈاکٹر سنیتی کمار) : انڈو آرین اینڈ ہندی
(ہند آریائی اور ہندی) مترجمہ، عتیق احمد صدیقی
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی
ترقی اردو بورڈ (مرکزی وزارت تعلیم اور سماجی
بہبود، حکومت ہند)

۷- چیٹرجی (ڈاکٹر سنیتی کمار) : بنگالی زبان کا آغاز و ارتقا، حصہ اوّل

۸- حامد اللہ ندوی (ڈاکٹر) : لکھنؤ کی لسانی خدمات۔
مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر
ہندوستانی پرچار سبھا، بمبئی

۹- رام بابو سکسینہ : تاریخ ادب اردو یعنی ہسٹری آف اردو لٹریچر
مترجمہ مرزا محمد عسکری، بار اوّل ۱۹۶۶ء، ناشر خاتون مشرق، دہلی۔

۱۰- زور (ڈاکٹر سید محی الدین قادری) : ہندوستانی لسانیات
نسیم بک ڈپو لکھنؤ، مارچ ۱۹۶۰ء

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۱۱۔ سروری (پروفیسر عبدالقادر) زبان اور علم زبان، مجلس تحقیقاتِ اردو، حیدرآباد دکن، ۱۹۷۰ء (حصہ دوم)

۱۲۔ شوکت سبزواری (ڈاکٹر) : اردو زبان کا ارتقا

۱۳۔ ایضاً : اردو لسانیات
تقسیم کار: ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
اشاعت اول، ۱۹۷۵ء
مطبوعہ اسرار کریمی پریس، الہ آباد

۱۴۔ ایضاً : داستانِ زبانِ اردو
ہندوستان لیتھو پریس، دہلی، ۱۹۶۱ء

۱۵۔ شیرانی (حافظ محمود خاں) : پنجاب میں اردو،
نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ، فروری ۱۹۷۰ء

۱۶۔ عبدالحق (مولوی) : اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام
انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی
سالِ اشاعت ۱۹۷۹ء

۱۷۔ کیفی (برجموہن دتاتریہ) : کیفیہ، شائع کردہ،
انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۱۹۴۳ء

۱۸۔ گریرسن (جارج ابراہیم) : لنگوئسٹک سروے آف انڈیا (انگریزی)
جلد اول، حصہ اول اور جلد نہم حصہ اول

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

۱۹۔ **گیان چند** (ڈاکٹر) : حقائق
مطبوعہ نیشنل آرٹ پریس الہ آباد جون ۱۹۸۰ء

۲۰۔ **ایضاً** : ذکر و فکر، طبع اول ۱۹۸۰ء
شاہین پبلشرز، حسن منزل، الہ آباد

۲۱۔ **ایضاً** : " " "

۲۲۔ **ایضاً** : لسانی مطالعے، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی
پہلا ایڈیشن، جنوری ۱۹۷۳ء

○

۲۳۔ **مسعود حسین خاں** (ڈاکٹر، پروفیسر) : مقدمۂ تاریخ زبانِ اُردو، پنجم۔
مرتبہ مکتبۂ پولی گراف علی گڑھ۔ کوہ نور پریس، دہلی۔

○ نوین اشاعت ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

۲۴۔ **ممتاز حسین** (پروفیسر) : امیر خسرو دہلوی۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی
پہلا ایڈیشن۔ کراچی۔ ۱۹۷۶ء

○

میگزین

اُردو لسانیات : اُردوئے معلیٰ (میگزین شعبۂ اردو) کا لسانیات نمبر
مرتبہ : ڈاکٹر فضل الحق۔ شعبۂ اُردو۔ دہلی یونیورسٹی
اشاعتِ دوم ۱۹۸۱ء۔

○

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

سرمایۂ بیش بہا

"اُردو زبان کا آغاز ـــــ مختلف نظریے اور حقائق" ـــ کو ماہرینِ لسانیات اور اہلِ علم نے قابلِ اعتنا سمجھا نیز اپنے تاثرات اور مفید مشوروں سے نوازا۔ یہ میرے لیے باعثِ مسرت بھی ہے، باعثِ فخر بھی اور باعثِ حوصلہ افزائی بھی۔ میں اُن تمام لوگوں کی تہِ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کا ایک ایک جملہ بلکہ ایک ایک لفظ میرے لیے ہیرے جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی ہے ـــ یہ میرا سرمایۂ بیش بہا ہے آپ بھی ایک جھلک دیکھیے :

●

"... علمی تحفہ "اُردو زبان کا آغاز" شوق سے پڑھا... محنت کی داد دیتا ہوں ... علم کا دریا بڑھتا رہتا ہے ..."

ـــــ (پروفیسر ڈاکٹر مسعود حسین خاں)
سابق پروفیسر صدر شعبۂ اُردو عثمانیہ یونی ورسٹی، حیدرآباد۔

سابق پروفیسر صدر شعبۂ لسانیات علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ۔
سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
شیخ الجامعہ، جامعۂ اُردو، علی گڑھ۔
پروفیسر ایمریٹس، علی گڑھ یونی ورسٹی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"... آپ کی کتاب طلبہ کے لیے یقیناً بڑی مفید ہوگی۔ آپ کے خیالات میں وضاحت اور روشنی ہے۔"

——— پروفیسر (ڈاکٹر) قمر رئیس
شعبۂ اردو۔ دہلی یونی ورسٹی، دہلی۔

●

"... آپ کی کتاب "اردو زبان کا آغاز" موصول ہوئی۔ کتاب آپ نے محنت سے لکھی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی۔ امید ہے درس و تدریس میں اس سے مدد ملے گی۔"

——— پروفیسر (ڈاکٹر) گوپی چند نارنگ
شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی۔

●

"... اس تصنیف پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ ادبی مشغلہ جاری رہے ... انشاء اللہ اس کتاب سے استفادہ کروں گا۔"

——— پروفیسر (ڈاکٹر) ظہیر احمد صدیقی
شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی، دہلی۔

●

... میں اس کتاب کو شوق سے پڑھوں گا۔ مجھے اس کی بہت مسرت ہے کہ آخر کار ایک کام مکمل صورت میں سامنے آسکا۔"

——— جناب رشید حسن خاں
دہلی یونی ورسٹی۔ دہلی۔

●

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

"... آپ کی تصنیف "اردو زبان کا آغاز" ... کو پڑھا۔ از اول تا آخر۔ آپ نے اس موضوع پر تمام گوشوں کا احاطہ کیا۔ ان کی ژرف نگاہی سے چھان بین کی۔ ان کے مندرجات پر تنقیحات قائم کیں۔ ان کے تسامحات کی نشاندہی کی۔ کسی لاگ لپیٹ کے بغیر ان پر تنقید کی اور کافی سلجھے ہوئے اور منطقی انداز میں ان کا محاکمہ کیا۔ خود مصنفین نے بھی کیسی کیسی تضاد بیانیوں سے کام لیا ہے۔ آپ نے انھیں کے آپ ایک جملہ، بلکہ کہیں کہیں تو ایک فقرے سے ان کو ابھارا۔ ژولیدہ بیانی کے بادلوں کو دور کر کے ان بیانات کی شفاف شکلوں کو پیش کیا۔ بہر کثرت تعبیر میں سے حقیقت نمائی کی کوشش کی اور کامیاب کوشش کی۔ مبارک باد!

خواتین کے لیے گرہستی کی ذمہ داریوں کے ساتھ علمی کاوشوں کا جاری رکھنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس مشکل پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ یہ اگر ایک طرف آپ کی صلاحیت کا اظہار ہے تو دوسری طرف آپ کے ارادے کی پختگی بھی اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا کرے آپ کو مزید علمی کاموں کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملے ..."

—— پروفیسر (ڈاکٹر) عتیق احمد صدیقی
شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی
علی گڑھ (یوپی)

Scanned by CamScanner

www.urduchannel.in

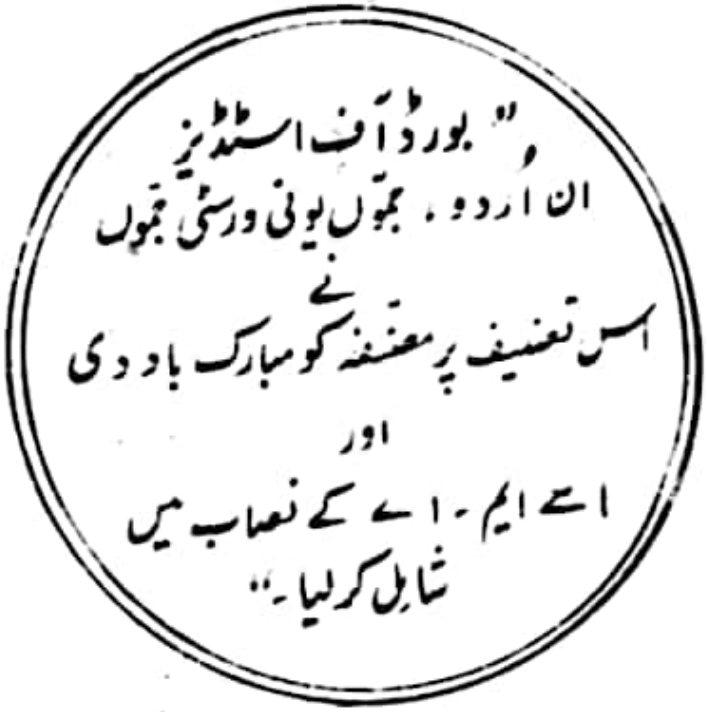

Scanned by CamScanner